عمر سانپ بن گیا

اے حمید

PDFBOOKSFREE.PK

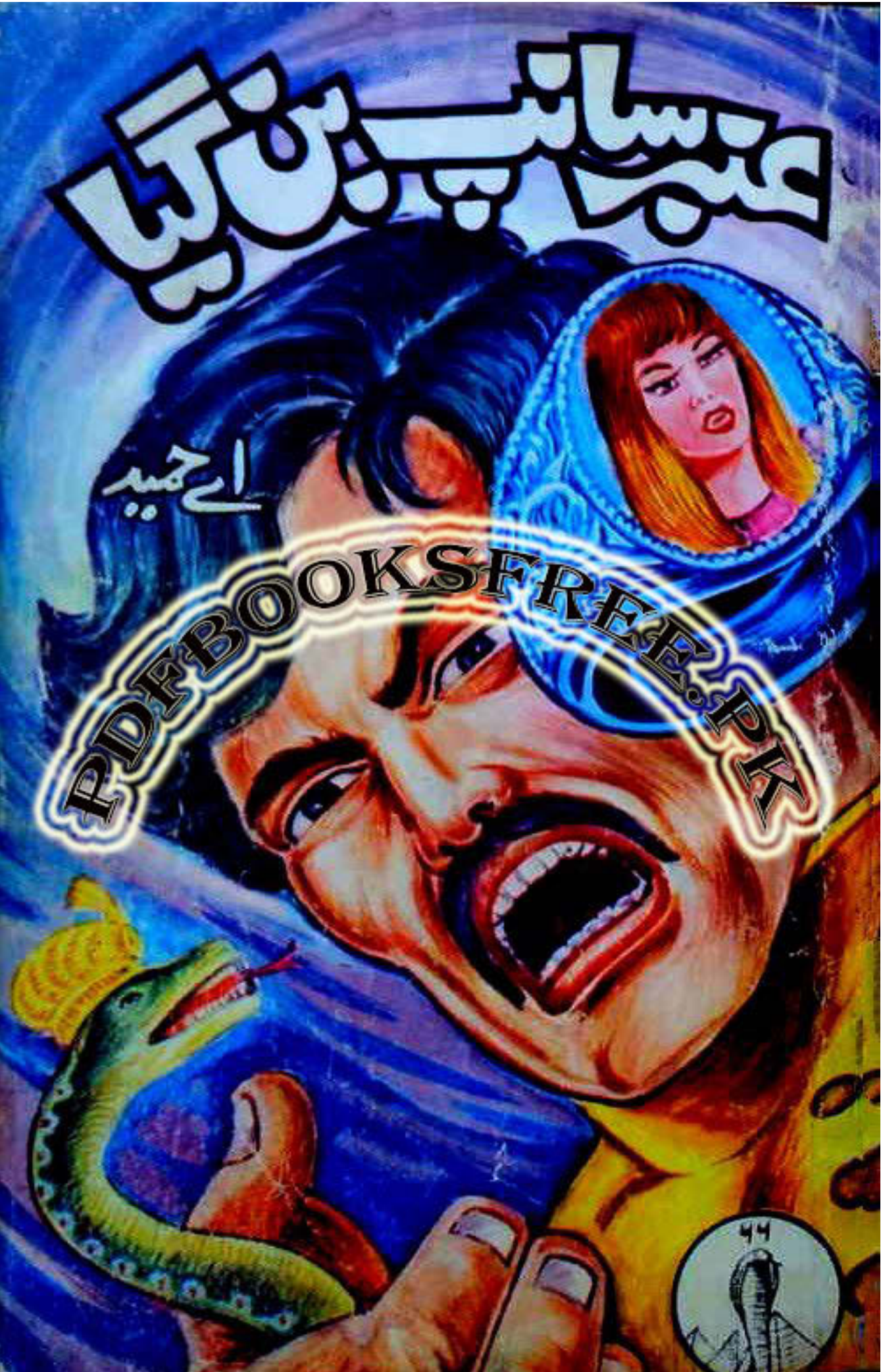

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ناگ ماریا اور عنبر کی واپسی

کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

عنبر سانپ بن گیا

اے۔ حمید

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قیمت - /۶ روپے

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ ہیں
بار اول ـــــ ۱۹۸۳ء
ناشر: مکتبہ اقرا - ۳ حاجی شاہ عالم مارکیٹ لاہور
طابع: العزیز پرنٹرز، لاہور

پیارے ساتھیو!

عنبر زمانۂ قبل از تاریخ یعنی آج سے تیس لاکھ سال پہلے کی دنیا میں پہنچ جاتا ہے، جب زمین پر پہاڑوں اور چٹانوں جتنے درندے رینگا کرتے تھے۔ وہ ایک غار میں ناگ کو دیکھتا ہے کہ نچلا دھڑ سُن ہو گیا ہے اور چل پھر نہیں سکتا۔ عنبر ناگ کا علاج کرتا ہے اور پھر ایک وحشی عورت اسے اپنے غار میں لے جاتی ہے۔ جہاں اس کی ماں مر رہی ہے۔ عنبر اسے تندرست کرتا ہے۔ عورت عنبر کو ایک انوکھا سبز پتھر دے کر شیش ناگ کے سبز غار میں پہنچا دیتی ہے۔ یہ شیش ناگ لاکھوں سال پہلے کا ہے وہ ناگ اور عنبر کو ان کے زمانے میں واپس پہنچانے کا وعدہ کرتا ہے مگر کہتا ہے کہ تم اپنے زمانے میں واپس تو چلے جاؤ گے، لیکن عنبر سانپ بن جائیگا اور پھر انسانی شکل میں نہیں آسکے گا۔ ناگ اور عنبر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگتے ہیں۔ وہ پوچھتے ہیں کہ کیا کوئی ایسی ترکیب بھی ہو گی کہ عنبر سانپ سے پھر انسانی شکل میں آجائے۔ شیش ناگ سبز سانپ کہتا ہے۔ ہاں ایک طریقہ ہو گا مگر وہ تمہارے بس میں نہیں ہو گا۔ تم اس پر عمل نہیں کر سکو گے۔ وہ کیا طریقہ تھا؟ کیا عنبر پھر انسان بن سکا؟ یہ آپ ورق اُلٹ کر خود پڑھیے اور لطف اٹھائیے۔

آپ کا

اے حمید

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اژدہے کا شیش محل

اچانک زمین ہلنے لگی۔ جیسے بھونچال آگیا ہو۔
عنبر درخت پر شاخوں سے چمٹا ہوا تھا۔ دلدلی زمین پر کسی دیو پیکر جانور کے دھپ دھپ پاؤں پڑنے کی آواز آنے لگی۔ عنبر نے شاخوں میں سے جھانک کر دیکھا تو اسے اپنی آنکھوں پر اعتبار نہ آیا۔ اتنی بڑی چھپکلی عنبر نے اپنی ساری اور اتنی لمبی زندگی میں پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ اس کا سر ہاتھی کے سر سے بھی بڑا تھا اور وہ ایک بہت بڑی چٹان کی طرح دلدلی زمین پر دھپ دھپ پاؤں مارتی رینگتی چلی آرہی تھی۔ اس کے نتھنوں سے بھاپ خارج ہو رہی تھی اور اس کی دم جو کئی فٹ موٹی اور لمبی تھی ارد گرد کے درختوں پر گرتی شاخوں ٹہنیوں کو توڑتی جا رہی تھی۔ عنبر کو پہلے ہی اس علاقے کے پتھروں، عجیب و غریب پہاڑوں، انوکھی شکل کے پودوں اور چوڑے چوڑے پھیلے ہوئے بے پناہ لمبے اور نچے درختوں

- اژدہے کا شیش محل
- عنبر سانپ بن گیا
- عنبر اور ناگ لاہور میں
- پُراسرار نیلی انگوٹھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کو دیکھ کر شک سا ہوا تھا کہ وہ تاریخ سے پہلے کے زمانے میں نکل آیا ہے۔ اب اس چٹان جتنی بڑی چھپکلی کو دیکھ کر عنبر کو یقین ہو گیا کہ خدا جھوٹ نہ بلوائے تو وہ لاکھوں برس پہلے کے زمانے میں آ گیا ہے۔ جب زمین پر پہاڑ پہاڑ جتنے درندے ہی درندے تھے۔ انسان ابھی پیدا نہیں ہوا تھا اور بے پناہ زلزلے آیا کرتے تھے اور سال سال بھر طوفانی بارشیں ہوتی رہتی تھیں۔

عنبر کے لئے بھی یہ ایک انوکھا اور ڈراؤنا تجربہ تھا۔ ایک بار تو درخت پر بیٹھے بیٹھے یہ سوچ کر خوف زدہ ہو گیا کہ وہ لاکھوں سال پیچھے کے زمانے میں آ گیا ہے۔ وہ یہ سوچ کر ڈر رہا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اب وہ واپس نہ جا سکے اور پیچھے ہی پیچھے سفر کرتا چلا جائے۔

یہاں تک کہ وہ اس زمانے میں پہنچ جائے جب زمین ابھی بنی تھی اور زہریلی گیسوں کا گولہ تھی۔ دیو پیکر درندہ درخت سے ذرا فاصلے پر سے گزر گیا۔ عنبر کو ناگ کے ٹوٹے ہوئے صندوق کا خیال آ گیا۔ اسے یہ محسوس کر کے تسلی ہوئی کہ ناگ بھی اس ڈراؤنے سفر میں اس کے ساتھ ہے۔ اور وہ اکیلا نہیں ہے۔

عنبر نے درخت کی شاخوں میں سے دیکھا کہ درندہ چھپکلی

بہت دور جا چکی تھی۔ وہ درخت سے نیچے اترا اور اس طرف چلا جہاں اس نے ناگ کا ٹوٹا ہوا صندوق دیکھا تھا۔ یہاں اسے ناگ کی پہلی بار خوشبو محسوس ہوئی۔ وہ خوشبو کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ یہ خوشبو قریب ہی ایک پہاڑ کے غار کی طرف سے آ رہی تھی۔ یہاں عنبر نے زمین پہ ایک سانپ کے رینگنے کا نشان دیکھا۔ یہ عجیب نشان تھا۔ سانپ کا اگلا دھڑ ٹھیک حالت میں پورا بل کھا کر گزرا تھا مگر پچھلا دھڑ زمین پر رینگتا بلکہ گھسٹتا ہوا چلا جا رہا تھا۔

کیا ناگ زخمی ہو گیا ہے۔ عنبر جھاڑیوں میں سے ہوتا ہوا تیزی کے ساتھ غار کی جانب بھاگا۔ کیونکہ سانپ کے رینگنے کا نشان غار میں جاتا تھا۔ عنبر غار میں داخل ہو گیا۔ یہ غار ان غاروں سے بہت انوکھا تھا جو اس نے پہلے دیکھے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ یہ غار ابھی تھوڑے دن ہوئے بنا ہے۔ دیواروں میں نوکیلے پتھر ابھرے ہوئے تھے اور سفید بھاپ سی خارج ہو رہی تھی۔ غار کی فضا گرم تھی۔ جبکہ باہر بارش اور دلدل اور تالابوں کی وجہ سے سردی تھی۔ عنبر کو ناگ کی بُو زیادہ آنے لگی تھی۔ اس نے آواز دی۔

"ناگ بھائی!"

اسے ناگ کی کمزور سی آواز آئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"عنبر بھائی! میں ادھر ہوں۔"

عنبر بھاگ کر آواز کے پیچھے گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ غار کے ہلکے ہلکے اندھیرے میں زمین پر ٹانگیں پسارے بیٹھا ہے اور سر دیوار کے ساتھ لگا ہے۔ ایسا لگتا تھا کہ بہت تھکا ہوا ہے۔ عنبر جاتے ہی ناگ سے لپٹ گیا۔

"ناگ! تم اس طرح کیوں بیٹھے ہو؟ میں تمہاری تلاش میں یہاں آیا ہوں۔"

ناگ نے اسے ساری بات سنا کر کہا کہ اگرچہ اس کی ساری طاقت واپس آگئی ہے اور جو چاہے جون بدل سکتا ہے مگر اس کا نچلا دھڑ ابھی تک بے حس ہے اور وہ سانپ بن کر بھی پوری طرح نہیں چل سکتا۔ جانور بن کر بھی اچھی طرح سے اڑ نہیں سکتا۔ عنبر نے کہا۔

"گھبراؤ نہیں۔ میں تمہارا علاج کروں گا۔ میں نے یہاں عجیب و غریب جڑی بوٹیاں دیکھی ہیں۔ ان میں ایسی بوٹیاں بھی ہیں جن کے اثر سے پتھر سونا بن جاتا ہے۔"

ناگ نے کہا۔ "ہم کس زمانے میں آگئے ہیں عنبر؟"

"یہ قبل از تاریخ کا زمانہ ہے ناگ۔ میرا اندازہ ہے کہ ہم بیس تیس لاکھ سال سال پیچھے آگئے ہیں۔"

"کیا؟" ناگ نے حیرت سے پوچھا۔

عنبر بولا۔ "ہاں ناگ! اس بار ہمارے سارے پچھلے ریکارڈ ٹوٹ گئے ہیں۔ ہم دنیا کے اس زمانے میں آگئے ہیں، جب اس زمین پر درندوں کا راج تھا۔ بڑے بڑے خوفناک بھیانک اور پہاڑوں جتنے درندے — مگر یہ باتیں ہم بعد میں بھی کرلیں گے۔ سب سے پہلے میں تمہارا علاج کروں گا۔"

عنبر باہر جانے لگا تو ناگ نے کہا۔

"تم کہاں جا رہے ہو؟"

"تمہارے لئے ایک بوٹی تلاش کرکے لاتا ہوں۔"

عنبر غار سے باہر آگیا۔ نیلے پیلے کالے پتھروں میں چوڑے، چھوٹے اور نوکیلے پتوں والی عجیب قسم کی بوٹیاں اُگی ہوئی تھیں۔ عنبر نے ایسی بوٹیاں زمین پر پہلے کبھی نہیں دیکھی تھیں۔ بعض بوٹیوں میں زندگی پائی جاتی تھی اور وہ آہستہ آہستہ ہل رہی تھیں۔ عنبر کو قریب آتے دیکھ کر انہوں نے ہلنا بند کر دیا اور پتوں نے یوں سر اٹھا لیا جیسے عنبر کو گھور کر تک رہے ہوں۔ کئی بوٹیوں کے پتوں پر کانٹے ہی کانٹے تھے۔ درخت بھی عجیب شکل کے تھے۔ ہوا بالکل نہیں تھی۔ مگر بعض درختوں کی ایک طرف کی شاخیں ہل رہی تھیں۔ اور دوسری طرف کی شاخیں خاموش تھیں۔ ایسے لگتا تھا کہ یہ ہلتی ہوئی شاخیں آپس میں ہل ہل کر ایک دوسری سے باتیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر رہی ہیں۔ ایک درخت کے قریب سے گزرتے ہوئے عنبر کو شی شی کی دھیمی دھیمی سرگوشی سنائی دی۔ یوں لگا جیسے درخت نے اسے آگے جانے سے روکا ہو۔

عنبر نے چونک کر درخت کی طرف دیکھا۔ درخت کی شاخیں بغیر ہوا کے آگے پیچھے ہوئیں اور عنبر کو ہلکے سے قہقہے کی آواز سنائی دی۔ عنبر نے پلٹ کر دیکھا۔ درخت بالکل ساکت اور خاموش تھا۔ عنبر ایک انوکھی دنیا میں پہنچ گیا تھا۔ وہ جڑی بوٹیوں کی تلاش میں لگ گیا۔ اسے ایک خاص بوٹی کی تلاش تھی۔ جو اس کی اپنی دنیا میں افریقہ کے دور دراز جنگلوں میں بڑی مشکل سے کہیں ملتی تھی۔ یہ بوٹی چاندنی رات میں سونے کی طرح چمکا کرتی تھی۔ وہ دن کا وقت تھا۔ عنبر ذرا آگے بڑا تو اس نے بھاری بھاری تنوں والے درختوں کی جھاڑیوں میں اس چمکیلی جڑی بوٹی کی چمکتی ہوئی بے شمار جھاڑیاں دیکھیں۔ ان کے پتے سونے کی طرح چمک رہے تھے۔ عنبر نے جلدی جلدی اس بوٹی کے کچھ پتے توڑے اور واپس غار میں آ گیا۔

ناگ دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے خاموش بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا۔ عنبر کے ہاتھوں میں چمکتے ہوئے پتوں کو دیکھ کر پوچھنے لگا۔ "عنبر! یہ کیسے پتے ہیں؟"

عنبر بولا۔ "یہ تمہیں پھر سے تندرست کر دیں گے۔"

عنبر نے دو پتھروں سے ان پتوں کو کچلا اور پھر اس کی معجون سی بنا کر ناگ کو کھانے کو دی۔ ناگ اسے منہ میں لے کر چبانے لگا اور بولا۔

"ایسے لگتا ہے کہ سونف کھا رہا ہوں۔"

عنبر بولا۔ "ناگ بھائی! بیس تیس لاکھ سال پہلے ہماری زمین پر کیسی کیسی قیمتی انمول جڑی بوٹیاں تھیں۔ میں یہ دیکھ کر حیران ہو گیا ہوں۔ یہ ایسی ایسی نایاب بوٹیاں ہیں کہ اگر آج کے زمانے میں ہماری دنیا میں مل جائیں تو میں سچ کہتا ہوں کہ دنیا کے ہسپتالوں میں کوئی مریض نہ رہے۔"

ناگ نے بوٹی کی معجون کھا لی تھی۔ اسے یوں محسوس ہوا کہ اس کے اندر ایک نئی طاقت آ گئی ہے۔ اس نے اپنا پاؤں ہلایا تو وہ ہلنے لگا۔ ناگ نے اپنی دونوں ٹانگیں ہلائیں اور خوش ہو کر بولا۔

"عنبر! میں ٹھیک ہو گیا ہوں۔"

اور ناگ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ "کمال کی بوٹی تھی عنبر بھائی! اس نے تو میری ساری کمزوری دور کر کے مجھے پھر سے بھلا چنگا اور پہلے سے زیادہ طاقت ور کر دیا ہے۔"

عنبر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "خدا کا شکر ہے کہ یہ بوٹی اپنا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کام کر گئی۔"

ناگ نے کہا۔ "میں سانپ کی شکل میں جس مشکل سے رینگتا ہوا اس غار تک آیا ہوں، مجھے ساری زندگی یاد رہے گا۔ میں تو ناامید ہو گیا تھا۔ لیکن خدا نے میری سن لی۔ میں اچھا بھی ہو گیا اور مجھے تم بھی مل گئے۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ یہاں کوئی انسان بھی ہے کہ نہیں۔"

عنبر نے کہا۔ "میرا اندازہ ہے کہ ہم تیس لاکھ سال پہلے کے زمانے میں آگئے ہیں۔"

ناگ نے کہا۔ "اگر تیس لاکھ سال پہلے کا زمانہ ہے تو پھر یہاں انسان ضرور ہو گا۔ کیونکہ تیس لاکھ سال پہلے انسان دنیا میں آچکا تھا اور غاروں میں زندگی بسر کرتا تھا۔"

عنبر کہنے لگا۔ "میرا خیال ہے یہاں کے انسان کو تلاش کرنا چاہیئے۔ دیکھتے ہیں تیس لاکھ سال پہلے کا انسان کیسا تھا۔ اور کس طرح باتیں کرتا تھا۔"

ناگ کہنے لگا۔ "کتابوں میں لکھا ہے کہ اس زمانے میں ابھی بول چال کی کوئی زبان نہیں بنی تھی۔"

عنبر بولا۔ "انسان کی لکھی ہوئی کتابوں کا کیا بھروسہ۔ کوئی انسان ملا تو ابھی پتہ چل جائے گا۔ آؤ باہر نکلتے ہیں۔ مگر ایک بات ہے۔ یہاں خونخوار درندوں کی فوج پھر رہی

ہے اور تمہیں نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ تم پرندے کی شکل میں میرے کندھے پہ بیٹھ جاؤ۔ کیا خیال ہے تمہارا؟"

"اچھا خیال ہے عنبر!"

اور ناگ نے گہرا سانس بھرا اور جب سانس باہر چھوڑا تو وہ طوطا بن گیا تھا۔ وہ پھڑ پھڑا کر اڑتا ہوا آیا اور عنبر کے کاندھے پہ بیٹھ گیا۔ عنبر ناگ کو طوطے کی شکل میں کاندھے پہ بٹھائے غار سے باہر نکلا۔ آسمان پہ اچانک بادل آنا شروع ہو گئے۔ پہلے بادلوں کا رنگ سیاہ ہوا۔ پھر سرخ، پھر نیلا اور اس کے بعد پھر سیاہ ہو گیا۔

عنبر نے ناگ سے کہا۔ "ایسے بادل پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔"

ناگ نے طوطے کی شکل میں گردن ہلا کر عنبر کی تائید کی۔ اس کے بعد اتنی زور سے بجلی کڑکی کہ ناگ عنبر کے کندھے سے اچھل پڑا اور عنبر جلدی سے ایک پتھر کے پیچھے ہو گیا۔

"خدایا! ایسا لگتا تھا کہ آسمان پھٹ پڑا ہے۔"

پھر موسلا دھار بارش اچانک شروع ہو گئی۔ ایسا لگتا تھا کہ آسمان سے سمندر برس رہا ہے۔ عنبر واپس غار میں آ گیا۔ ناگ نے دوبارہ انسانی شکل اختیار کر لی اور غار کے دروازے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں پتھروں کے پاس کھڑے موسلا دھار بارش کا نظارہ کرنے لگے۔ بارش سمندر کی طوفانی لہروں کی طرح آسمان سے برس رہی تھی۔ اتنے میں زبردست پھنکاروں کے ساتھ ہاتھیوں سے بھی بڑے دو درندے جن کی گردنوں پر نوکیلے بڑے بڑے کانٹے ابھرے ہوئے تھے، لڑتے لڑتے غار کے سامنے آ گئے اور ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے۔ ان کی لڑائی سے زمین ہلنے لگی۔ وہ اپنی درخت کے تنوں ایسی دُمیں زور زور سے ایک دوسرے پر مارتے اور دھماکوں کی آوازیں پیدا ہوتیں۔

ناگ بولا۔ "ایسی لڑائیوں کا حال کتابوں میں پڑھا تھا کہ لاکھوں برس پہلے زمین پہ اس قسم کے خونخوار درندے ہوا کرتے تھے۔"

عنبر نے کہا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم یہاں سے واپس کیسے جائیں گے۔ ماریا کہاں ہو گی؟"

"کوئی نہ کوئی طریقہ واپس جانے کا بھی نکل آئے گا۔"

درندے ایک دوسرے کو ہلاک کرنے کی کوشش میں لہولہان ہو گئے تھے۔ زمین اور درخت ان کی لڑائی کی وجہ سے کانپ رہے تھے۔ آخر ایک درندے نے جو زیادہ طاقتور نظر آتا تھا۔ دوسرے کی گردن کو اپنے غار ایسے منہ میں دبوچ

کر ہوا میں اچھال دیا۔ وہ چٹان کی طرح نیچے گرا اور پھر نہ اٹھ سکا۔ پہلے درندے نے غصے میں آ کر اس کے جسم کو اپنے لمبے لمبے دانتوں سے ادھیڑ کر رکھ دیا۔ پھر آسمان کی طرف منہ کھول کر فتح کی ایک بھیانک چیخ ماری اور واپس جانے کے لئے مڑا ہی تھا کہ اس کی چھوٹی چھوٹی مگر بڑی مکار آنکھوں نے غار میں عنبر اور ناگ کو کھڑے دیکھ لیا۔ اس نے اپنا بھیانک اور بھیانک ایسا منہ عنبر ناگ کی طرف پھیرا اور ایک چیخ مار کر ان کی طرف جھپٹا۔

عنبر نے کہا۔ ناگ! غار کے اندر مت جانا۔ پیچھے کو بھاگو۔"

اور وہ دونوں غار کے باہر پہاڑ کی دیوار کے ساتھ ساتھ بھاگے۔ تیز بارش میں وہ چکنے پتھروں اور کیچڑ میں بار بار پھسل رہے تھے۔ درندہ غراتا ان کے پیچھے لگا تھا۔ مگر اس کی چال تیز نہیں تھی۔ جبکہ عنبر اور ناگ تیز تیز بھاگ رہے تھے۔ سامنے ایک نالہ آ گیا۔ جس کا پانی بڑی تیزی سے بہہ رہا تھا۔ عنبر نے ناگ کا ہاتھ پکڑا اور نالے میں چھلانگ لگا دی۔ وہ بڑی مشکل سے تیرتے ہوئے نالے کے دوسرے کنارے پر پہنچ گئے۔ درندہ نالے کے دوسرے کنارے پہ منہ اٹھائے بھیانک چیخیں نکال رہا تھا۔

عنبر اور ناگ دوسرے کنارے پر بھاگتے ہوئے ایسے دلدل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

علاقے میں پہنچ گئے ۔ جہاں دلدل کا کیچڑ کسی گرم گرم سیاہ حلوے کے کڑاہے کی طرح کھول رہا تھا ۔ اس دلدل میں بڑے بڑے درخت اور بڑے بڑے پتھر بھی کھول رہے تھے۔ عنبر اور ناگ حیرانی سے اس دلدل کو دیکھ رہے تھے جس میں بڑی بڑی چٹانوں جتنے پتھر بھی گم ہو رہے تھے ۔

عنبر نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ۔

"ادھر پہاڑی ہے ۔ وہاں چلتے ہیں ۔"

بارش میں ان کے کپڑے بھیگ رہے تھے ۔ بارش اسی طرح ہو رہی تھی اور چھاجوں پانی برس رہا تھا ۔ دونوں دوست بھاگتے دوڑتے پہاڑی کے پاس پہنچے تو سامنے ایک کھوہ بنی ہوئی تھی ۔ کھوہ کے آگے ایک بہت بڑی چھپکلی بیٹھی اپنی لمبی زبان بار بار نکالے اِدھر اُدھر تک رہی تھی ۔ عنبر اور ناگ درخت کے پیچھے ہو گئے ۔ پھر غار کے اندر منہ لے جا کر چھپکلی نے زور سے زبان ہلائی اور سانس اندر کو کھینچا ۔ غار کے اندر سے کسی عورت کی انسانی چیخ سنائی دی ۔ اس کے ساتھ ہی درندہ چھپکلی نے بھی ایسی چیخ ماری کہ پہاڑ ہل گئے ۔ اور اس نے اپنا سر غار کے اندر ڈال دیا ۔ سر باہر نکالا تو اس کے سر کے اوپر ایک عورت کھڑی تیزی سے اس کے سر میں ضربیں لگا رہی تھی ۔ اس کے جسم پہ کمر کے ساتھ صرف

پتوں کی ایک لنگوٹی بندھی ہوئی تھی ۔ اس کے بال کھلے تھے اور وہ لمبی اونچی اور طاقتور تھی ۔ درندہ چھپکلی اپنی زبان اوپر لے جا کر وحشی عورت کو پکڑنے کی بار بار کوشش کر رہی تھی ۔ وحشی عورت ادھر ادھر ہٹ کر درندے کے وار کو بچا رہی تھی اور ساتھ ہی نیزے سے اس کے سر پر وار بھی کر رہی تھی ۔

عنبر اور ناگ یہ خوفناک سین حیرت زدہ ہو کر دیکھ رہے تھے ۔ یقیناً" ایسا منظر انہوں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا ۔ پھر ایسا ہوا کہ درندے کی دُم وحشی عورت کی ٹانگوں پر لگی اور وہ نیچے گر پڑی ۔ نیزہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا ۔ اس نے ایک چیخ ماری ۔ درندہ اس کی طرف جھپٹا ۔

عنبر نے ناگ سے کہا ۔"میں اسے بچاؤں گا ۔"

اور وہ اچھل کر درخت کے پیچھے سے نکلا اور درندے اور وحشی عورت کے درمیان میں جا کھڑا ہوا ۔ وحشی عورت نے عنبر کو دیکھا تو دیکھتی ہی رہ گئی ۔ عنبر کا لباس اور حلیہ ویسا نہیں تھا جیسا کہ اس وحشی عورت کا تھا ۔ درندہ پھنکارا ۔ اس کے حلق سے ایک غراہٹ نکلی اور اس نے عنبر کو اپنی زبان میں لپیٹ لیا ۔ اور اسے منہ میں ڈالنے ہی والا تھا کہ عنبر نے درندے کی زبان پہ ہاتھ مار کر اسے اس قدر زور کے جھٹکے سے کھینچا کہ وہ کٹ گئی اور عنبر اس کی کٹی ہوئی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

زبان کے ساتھ ہی نیچے گر پڑا ۔ درندے کے منہ سے خون کی نہر جاری ہو گئی ۔ عنبر نے زمین پر پڑا ہوا نیزہ اٹھایا اور وحشی عورت کو پرے ہٹ جانے کو کہا ۔ عورت پیچھے ہٹ گئی اور عنبر نے نیزہ تان لیا ۔ درندہ اگرچہ زبان کٹ جانے سے بے حال ہو گیا تھا ۔ مگر اس میں بے پناہ طاقت تھی ۔

اس نے عنبر کو اپنی دُم زور سے ماری ۔ عنبر ایک طرف ہٹ گیا اور اس کے ساتھ ہی نیزہ تان کر درندے کے دل پر ایسا مارا کہ نیزہ درندے کے دل میں اندر تک گھس گیا۔ عنبر کی طاقت کا درندہ بھی مقابلہ نہیں کر سکتا تھا ۔ درندے نے چیخ مار کر اپنا سر اوپر اٹھایا اور پھر نیچے گرا دیا ۔ وہ مر چکا تھا ۔ وحشی عورت عنبر کے قریب آ گئی ۔ وہ اسے سر سے لے کر پاؤں تک حیرانی سے دیکھ رہی تھی ۔ ناگ بھی درخت کے پیچھے سے نکل کر سامنے آ گیا ۔ وحشی عورت نے ناگ کو بھی تعجب سے دیکھا ۔

عنبر نے عورت سے پوچھا ۔ "تم اکیلی یہاں رہتی ہو؟"

اپنی طرف سے عنبر نے دنیا کی پرانی سے پرانی زبان استعمال کی تھی ۔ مگر وحشی عورت کچھ نہ سمجھ سکی اور غار کی طرف اشارہ کر کے اس نے حلق سے کچھ عجیب سی آواز نکالی ۔ وہ

صرف آواز تھی ۔ کوئی الفاظ نہیں تھے ۔

ناگ نے کہا ۔ "عنبر! زبان ابھی ایجاد نہیں ہوئی ۔"

"ایسا ہی لگتا ہے ۔" عنبر بولا ۔

ناگ نے کہا ۔ "یہ عورت اشاروں کی زبان میں باتیں کر رہی ہے ۔ یہ کہہ رہی ہے کہ میں اس غار میں رہتی ہوں ۔"

عنبر بولا ۔ "وہ تو ٹھیک ہے ۔ مگر اب ہم کیا کریں ۔ ظاہر ہے کہ ہم اس عورت کے ساتھ غار میں زندگی نہیں گزار سکتے ۔ میرا خیال ہے بارش رُک گئی ہے ۔ ہمیں یہاں سے آگے چل دینا چاہیے ۔ شاید ہماری واپسی کا کوئی سلسلہ بن جائے ۔"

وحشی عورت نے ایک بار پھر غار کی طرف اشارہ کیا ۔

ناگ نے کہا ۔ "یہ عورت غار کی طرف اشارہ کر رہی ہے ۔ اندر ضرور کوئی خاص بات ہے ۔ میرا خیال ہے اندر چل کر دیکھنا چاہیے ۔"

عنبر بولا ۔ "چلو اندر چل کر بھی دیکھ لیتے ہیں ۔"

عنبر نے وحشی عورت کو اشارہ کیا ، چلو ، اندر غار میں چلو ۔ ہم بھی چلتے ہیں ۔ وحشی عورت آگے آگے چل پڑی ۔ ناگ اور عنبر اس کے پیچھے تھے ۔ غار میں اندھیرا تھا ۔ آگے ہلکی سی روشنی نظر آئی ۔ پھر یہ روشنی بڑھتی گئی ۔ غار کے اخیر میں جا کر انہوں نے دیکھا کہ ایک جگہ آگ جل رہی ہے اور ایک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بوڑھی عورت جس کے بال بالکل سفید ہو چکے تھے پتوں کے بستر پہ بے ہوش پڑی ہے۔ وحشی عورت نے بوڑھی عورت کی طرف اشارہ کر کے کچھ کہا۔

ناگ بولا۔ "یہ عورت ضرور اس کی ماں یا دادی ہے اور بیمار ہے۔"

عنبر نے جھک کر غور سے بوڑھی عورت کو دیکھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ مگر اس کی نبض چل رہی تھی۔

عنبر بولا۔ "میں اس کا علاج کروں گا۔ تم یہیں ٹھہرو۔ میں باہر سے ایک بوٹی لاتا ہوں۔"

ناگ وہیں بیٹھا رہا اور عنبر غار سے باہر نکل گیا۔ سارا جنگل قیمتی اور انمول جڑی بوٹیوں سے بھرا ہوا تھا۔ اس نے کاشنی رنگ کی ایک بوٹی کے سیاہ پھول توڑے اور غار میں لا کر انہیں پتھر پہ پیسا اور اس کا سفوف بنا کر پانی کے ساتھ عورت کے حلق میں ڈالا۔ سفوف کے اندر جاتے ہی بوڑھی عورت نے آنکھیں کھول دیں۔ اور اپنے سامنے دو اجنبی مردوں کو جنکی شکلیں وحشی نہیں تھیں دیکھ کر حیران ہوئی۔ وحشی عورت نے خوش ہو کر اپنی ماں یا دادی کو عنبر اور ناگ کے بارے میں اپنی زبان میں کچھ بتایا۔ بوڑھی عورت کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی اور اس نے عنبر کے سر پہ اپنا سوکھا ہوا ہاتھ رکھا

اور پھر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کے اندر نئی طاقت آ گئی تھی۔

ناگ نے کہا۔ "عنبر بھائی! یہ عورت ہمارے لئے کچھ کرنا چاہتی ہے۔"

"تمہیں کیسے اندازہ ہوا؟"

ناگ بولا۔ "دیکھو وہ پتوں کے نیچے سے کچھ نکالنے کی کوشش کر رہی ہے۔ شاید کوئی خفیہ چیز ہے۔"

بوڑھی وحشی عورت نے پتوں کے بستر کے نیچے ہاتھ ڈال کر پتھر کا ایک ٹکڑا نکالا جو سبز تھا۔ تکونا تھا اور آگ کی روشنی میں چمک رہا تھا۔ وحشی عورت نے سبز پتھر کا ٹکڑا جوان وحشی عورت کو دے کر اپنی زبان میں کچھ کہا اور عنبر کی طرف اشارہ کیا۔ وحشی عورت نے سبز پتھر کا ٹکڑا عنبر کو دیتے ہوئے کچھ کہا جو عنبر کی سمجھ میں نہ آیا۔ اس نے ناگ سے پوچھا کہ یہ کیا کہہ رہی ہے؟ ناگ نے کہا۔

"تمہیں پتھر کا یہ ٹکڑا انعام دے رہی ہے۔"

عنبر نے ہنس کر کہا۔ "بھائی پتھر کے ایسے ٹکڑے تو یہاں بے شمار پڑے ہیں۔ چلو اس عورت کا دل رکھنے کے لئے لے لیتا ہوں۔"

عنبر نے سبز پتھر کا تکونا ٹکڑا نوجوان وحشی عورت سے لے لیا اور دونوں غار سے باہر آ گئے۔ غار سے نکل کر انہوں نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جنگل میں ایک طرف چلنا شروع کر دیا۔ یہ آپس میں باتیں بھی کرتے جا رہے تھے کہ یہاں سے واپسی کا کیا بندوبست کیا جائے؟ ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ تاریخ سے پہلے کے زمانے میں وہ کبھی نہیں آئے تھے۔ بادل اتنے گہرے اور بھاپ کی طرح تھے کہ ان کے قریب سے ہو کر گزر رہے تھے۔ بارش نہیں ہو رہی تھی مگر زمین جگہ جگہ سے دلدل ہو رہی تھی۔ درختوں پہ کوئی پرندہ تک نہیں بول رہا تھا۔ انہیں ذرا آگے ایک ٹکونا پہاڑ دکھائی دیا۔ جس کا رنگ سبز تھا اور جو چمک رہا تھا۔

ناگ نے کہا۔ "یہ پہاڑ تو بالکل اس سبز پتھر کی طرح ہے۔"

عنبر نے جیب سے سبز پتھر نکال کر دیکھا۔

"واقعی یہ تو بالکل ایسا ہی ہے، یہ کیا راز ہے۔"

"اس پہاڑ کے پاس چل کر دیکھنا چاہئے۔"

جب وہ پہاڑ کے قریب پہنچے تو انہیں وہاں ایک ٹکونا دروازہ دکھائی دیا۔ وہ اس دروازے میں سے گزر کر غار کے اندر داخل ہو گئے۔ غار میں سبز پتھروں کی قلمیں لٹک رہی تھیں جو روشن تھیں اور ان میں سے سبز شعاعیں نکل رہی تھیں۔

"یہ کیسا جادو کا شیش محل ہے ناگ؟"

عنبر نے چاروں طرف چمکتے سبز پتھروں کو دیکھ کر کہا۔ ناگ

بھی بڑی دلچسپی سے ان ٹکونی پتھریلی قلموں کو دیکھ رہا تھا۔ جو انڈوں کی طرح روشن تھیں۔ "مجھے تو یہ کوئی جادو نگری لگتی ہے۔" ناگ نے کہا۔ پھر فضا میں کچھ سونگھ کر بولا۔ "ٹھہرو۔"

"کیا بات ہے ناگ؟" عنبر نے پوچھا۔

ناگ بولا۔ "مجھے کسی بہت بڑے سانپ کی بُو آ رہی ہے۔"

عنبر اور ناگ وہیں رُک گئے اور چاروں طرف دیکھنے لگے۔ غار میں ہر طرف سبز روشنی پھیلی ہوئی تھی اور ایک ایک پتھر صاف نظر آ رہا تھا۔

"مجھے تو یہاں کوئی سانپ دکھائی نہیں دیا۔" عنبر نے کہا۔

ناگ بولا۔ "میرا اندازہ غلط نہیں ہو سکتا عنبر! مجھے سانپ کی برابر بُو آ رہی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سانپ کوئی اژدہا ہے۔ مگر حیرانی کی بات ہے کہ یہ اژدہا میری تعظیم کے لئے آگے نہیں آ رہا۔ اس کی بُو ایک ہی جگہ پہ رُکی ہوئی ہے۔"

ناگ نے عنبر کو ساتھ لیا اور اژدہا کی بُو کا پیچھا کرتا ایک ہال کمرے میں آ گیا۔ جہاں چاروں طرف ٹکونے سبز پتھروں کی سیلوں سے روشنی کی شعاعیں پھوٹ رہی تھیں اور ایک گول سبز پتھر کی بہت بڑی چوکی پڑی تھی۔ جونہی ناگ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور عنبر اس بڑے کمرے میں داخل ہوئے، کونے کی جانب سے ایک دل ہلا دینے والی پھنکار کی آواز آئی۔

ناگ نے کہا۔ "یہ اژدہا ہے، وہ آرہا ہے۔"

اور پھر ایک سبز رنگ کا بہت بڑا سانپ جس کے سر پر سبز رنگ کا تاج تھا اور اس تاج میں سبز رنگ کے بڑے بڑے یاقوت چمک رہے تھے، ایک طرف سے نکلا اور پتھر کی گول چوکی پر آکر کنڈلی مارے بیٹھ گیا۔ اس کا بہت بڑا پھن اٹھا ہوا تھا۔ ناگ سمجھ گیا کہ یہ عظیم ناگ دیوتا کے پہلے کے زمانے کا سانپ ہے اور اس پر ناگ کی تعظیم لازم نہیں ہے۔ ناگ نے ادب سے سر جھکایا اور سانپوں کی خاص زبان میں پوچھا۔

"اے عظیم اژدہا! کیا تم میری زبان سمجھتے ہو؟"

اژدہا نے دوبارہ اپنا پھن آگے کیا اور اسی زبان میں بولا۔ "ہاں۔ میں سمجھتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ تم اصل میں سانپ ہو مگر پانچ سو برس تک زندہ رہنے کے بعد انسان کی شکل میں آگئے ہو۔"

ناگ نے دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ اژدہا نے اس کی زبان سمجھ لی تھی۔ اس نے عنبر کی طرف اشارہ کرکے کہا۔

"یہ میرا ساتھی عنبر ہے۔"

اژدہا نے کہا۔ "میں جانتا ہوں۔ مگر تم یہاں کیسے نکل آئے۔ ابھی تو تمہارا ناگ دیوتا بھی پیدا نہیں ہوا۔"

ناگ نے اپنی ساری کہانی کم سے کم لفظوں میں بیان کر دی اور کہا۔ "کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ہم واپس اپنی تاریخ کی دنیا میں چلے جائیں۔"

اژدہا کچھ دیر خاموش رہا۔ پھر بولا۔

"یہ ہو سکتا ہے، مگر اس میں بڑا خطرہ ہے۔"

"کونسا خطرہ؟" ناگ نے پوچھا۔

اژدہا کہنے لگا۔ "تمہارے دوست عنبر نے جس بوڑھی عورت کو بیماری سے نجات دلائی ہے وہ میری بہن ناگن ہے۔ اس نے سبز پتھر دے کر تمہیں اس طرف روانہ کیا تھا تاکہ میں تمہاری مدد کر سکوں۔"

عنبر نے کہا۔ "تو کیا پھر تم ہماری مدد نہیں کرو گے؟"

اژدہا نے کہا۔ "ضرور کروں گا مگر جیسا کہ میں نے پہلے کہا اس میں ایک خطرہ ہے۔"

ناگ نے ایک بار پھر خطرے کا پوچھا تو اژدہا بولا۔

"خطرہ یہ ہے کہ تم دونوں یہاں سے سانپ بن کر ہی اپنی دنیا میں واپس جا سکتے ہو۔ جب تم اپنی دنیا میں جاؤ گے تو تم تو دوبارہ انسانی شکل میں آجاؤ گے مگر تمہارا دوست

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عنبر سانپ ہی رہے گا۔ یہ انسانی شکل میں واپس نہ آ سکے گا۔ اگر یہ شرط منظور ہے تو میں ابھی تمہیں واپس تمہاری دنیا میں بھجوائے دیتا ہوں۔"

ناگ اژدہے کا منہ تکنے لگا۔ اس کے چہرے پر پریشانی دیکھ کر عنبر نے ناگ سے کہا۔" میں دوسرے سانپوں کی زبان تو کچھ کچھ سمجھ لیا کرتا ہوں، مگر اس کی زبان میری سمجھ میں بالکل نہیں آ رہی۔ اس نے کیا کہا ہے۔ تم کچھ پریشان سے دکھائی دے رہے ہو۔"

ناگ نے اژدہے کی شرط عنبر کو بیان کر دی۔ تھوڑی دیر کے لئے عنبر بھی ناگ کا منہ تکنے لگا۔ کیونکہ نہ تو ناگ کو یہ گوارا تھا اور نہ عنبر کو یہ قبول تھا کہ وہ ہمیشہ کے لئے انسان سے سانپ بن جائے۔

ناگ نے اژدہے سے کہا۔" کیا واپس جا کر عنبر کے سانپ سے انسان بننے کی کوئی گنجائش نہیں ہو گی؟"

اژدہا بولا:۔" ایک گنجائش ہو گی۔ مگر وہ اتنی مشکل بلکہ ناممکن ہو گی کہ تم اسے قیامت تک پورا نہ کر سکو گے اور عنبر سانپ ہی بن کر زندگی بسر کرے گا۔"

ناگ عنبر کو ساتھ ساتھ بتاتا جا رہا تھا کہ اژدہا کیا کہہ رہا ہے۔ عنبر بھی پریشان ہو گیا تھا اور اژدہا کی ایک ایک

بات کو جو ناگ اسے بتائے جا رہا تھا، بڑے غور و فکر کے ساتھ سن رہا تھا۔

عنبر نے کہا۔" اس سے پوچھو کہ آخر وہ کونسی سی گنجائش ہے؟"

ناگ کے پوچھنے پر اژدہا نے بتایا۔

" اپنی دنیا میں واپس جا کر اگر تم چاہو کہ تمہارا دوست عنبر سانپ سے دوبارہ انسان بن جائے تو تمہیں ایک ایسی لڑکی کے سنہرے بالوں کی ایک لٹ کاٹ کر لانی ہو گی جس کی آنکھیں نیلی ہوں۔"

ناگ جھٹ بولا۔" یہ کونسی مشکل بات ہے۔"

اژدہا نے کہا۔" لیکن اس لڑکی کی آنکھیں چوکور ہونی چاہئیں۔"

ناگ خاموش ہو گیا۔ پھر اس نے عنبر کو بھی اژدہے کی بات بتا دی۔ عنبر بھی چپ کا چپ ہو کر رہ گیا۔ بھلا دنیا میں کوئی ایسی عورت بھی کبھی مل سکتی ہے کہ جس کی آنکھیں گول ہونے کی بجائے چوکور ہوں۔ ناگ نے اژدہے سے یونہی اپنی تسلی کے لئے سوال کیا۔

" کیا کہیں سے اس قسم کی چوکور آنکھوں والی لڑکی مل سکے گی؟"

اژدہا بولا۔" ہاں!"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کہاں سے ؟" ناگ جلدی سے بولا ۔

اژدہا نے کہا ۔ "ایک ایسے ستیارے سے جو تمہاری زمین سے لاکھوں کروڑوں نوری سال کے فاصلے پر ہو گا ۔ یہ فاصلہ اتنا لمبا ہے کہ اگر تم اس وقت روشنی کی رفتار سے اس ستیارے کی طرف سفر کرنا شروع کرو تو جب تم بوڑھے ہو کر مرکھپ جاؤ گے تو تم نے صرف ایک نوری دن کا سفر طے کیا ہو گا اور وہ ستیارہ کروڑوں نوری سال کے فاصلے پر واقع ہو گا ۔ اب تم خود اندازہ لگا لو کہ نیلی چوکور آنکھوں والی لڑکی کے سنہری بالوں کی لٹ حاصل کرنا کس قدر ناممکن ہو گا ۔ میں تمہیں یہی مشورہ دوں گا کہ یہاں سے واپس جانے کا خیال دل سے نکال دو اور جس طرح دوسرے جانور اور وحشی لوگ زندگی بسر کرتے ہیں ، تم بھی یہاں زندگی بسر کرنی شروع کر دو ۔"

ناگ نے جب عنبر کو اژدہا کی ساری گفتگو ترجمہ کر کے سنائی تو وہ اس کا منہ ہی دیکھتا رہ گیا ۔ پھر بولا ۔ "نہیں ناگ ہم زمانۂ قبل از تاریخ کی اس ویران دنیا میں نہیں رہ سکتے چاہے کچھ ہو جائے ، ہمیں واپس اپنی دنیا میں ، ماریا کی دنیا میں جانا ہے ۔"

ناگ بولا ۔ "مگر عنبر بھائی ! تمہیں ہمیشہ کے لئے انسانی شکل

صورت سے محروم کر کے میں اپنی دنیا میں واپس نہیں جانا چاہتا ۔"

عنبر کہنے لگا ۔ "میں ہمیشہ کے لئے انسانی شکل و صورت سے محروم نہیں ہوں گا ۔ خدا ہمارے ساتھ ہے ۔ وہ کوئی نہ کوئی سبب بنا دے گا ۔ تم یہاں سے تو نکلو ۔"

ناگ نے کہا ۔ "اگر کوئی سبب نہ بن سکا عنبر بھائی تو میں ماریا کو کیا منہ دکھاؤں گا ۔ وہ تو یہی کہے گی کہ میں نے اپنی دنیا میں واپس آنے کے لئے خود غرضی سے کام لیا اور تمہاری زندگی داؤ پہ لگا دی ۔"

عنبر بولا ۔ "ایسی کوئی بات نہیں ہو گی ناگ بھائی ! میں خدا کی رحمت سے ناامید نہیں ہوا کرتا ۔"

ناگ نے کہا ۔ "مگر عنبر ! چوکور نیلی آنکھوں والی لڑکی کہاں سے آئے گی ؟"

عنبر نے کہا ۔ "دیکھا جائے گا ۔ ہم یہاں بھی نہیں رہ سکتے ۔ تم اژدہے سے کہو کہ ہمیں واپس ہماری دنیا میں پہنچا دے ۔"

ناگ نے اژدہا کی طرف دیکھ کر کہا ۔ "اے سبز اژدہا ! ہم اپنی دنیا میں واپس جانے کا فیصلہ کر چکا ہے ۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عنبر سانپ بن گیا

سبز اژدہا نے کہا۔ "ایک بار پھر غور کر لو۔"
عنبر بولا۔ "ناگ! کیا تم نے اژدہا سے کہہ دیا کہ ہم
نے اپنی دنیا میں جانے کا فیصلہ کر لیا ہے؟
ناگ نے کہا۔ "ہاں عنبر! میں نے کہہ دیا ہے۔ اور
اژدہے نے ہمیں ایک بار پھر اس معاملے پر غور کرنے کو
کہا ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے ہم تمہیں واپس انسانی شکل میں
نہ لا سکیں۔"
عنبر کہنے لگا۔ "ناگ! تم میری فکر بالکل نہ کرو۔ جو
ہو گا دیکھا جائے گا۔ ہمیں اس تیس لاکھ سال پرانی دنیا
سے ہر حالت میں واپس چلے جانا چاہیئے۔ کیونکہ ہو سکتا
ہے ہم اس کے بعد پیچھے ہی پیچھے چلتے جائیں اور آخر
خلا میں پہنچ جائیں، جب یہ دنیا ابھی پیدا ہی نہیں
ہوئی تھی۔ اس لئے خدا کے لئے اژدہا سے کہو اگر یہ
ہمیں واپس پہنچا سکتا ہے تو جتنی جلدی ہو سکے، واپس

پہنچا دے۔"
ناگ خاموش تھا۔ اللہ عنبر کے بارے میں کافی فکرمند
تھا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ چوکور نیلی آنکھوں والی لڑکی
وہ کہیں سے حاصل نہ کر سکیں گے اور اسے یہ بھی معلوم
تھا کہ سانپ کبھی جھوٹ نہیں بولا کرتے۔ اژدہا ٹھیک
کہہ رہا ہے۔ عنبر کا دوبارہ انسانی شکل میں واپس آنا مشکل
ہو جائے گا۔ لیکن عنبر اسے مجبور کر رہا تھا۔ اور ناگ
کو یہ بھی احساس دلا رہا تھا کہ ہو سکتا ہے وہ پیچھے کی
طرف ہی چلتے چلے جائیں اور اس وقت بیچ خلاء میں
پہنچ جائیں جب دنیا ابھی بنی ہی نہیں تھی۔ چنانچہ وہ مجبور
ہو گیا۔ اس نے اژدہا سے کہا۔
"سبز اژدہا! ہمیں منظور ہے۔ ہم نے واپس جانے کا
فیصلہ کر لیا ہے۔ اب ہمیں یہ بتاؤ کہ اگر ہم نیلی چوکور
آنکھوں والی لڑکی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو اس
صورت میں ہمیں اس کے سنہری بالوں کو لے کر کیا کرنا
ہو گا اور اگر اس کے بال سنہری نہ ہوئے تو کیا ہو گا۔
سبز اژدہا کہنے لگا۔ "ستارے کی نیلی چوکور آنکھوں
والی تمام لڑکیوں کے بال سنہری ہوتے ہیں۔ جب تم اس
لڑکی کو حاصل کر لو تو اس کے سنہری بالوں کی ایک لٹ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کاٹ کر اسے اپنے دوست عنبر کے گلے میں لٹکا دو جو اس وقت سانپ کی شکل میں ہو گا۔ پھر اسے سات روز کے لئے کسی پرانی قبر میں بند کر دو۔ آٹھویں روز جب تم قبر کا منہ کھولو گے تو عنبر انسانی شکل میں واپس آ چکا ہو گا۔ وہ بے سدھ سا ہو گا۔ اس کے منہ پر پانی چھڑکو گے تو وہ ہوش میں آ جائے گا اور پھر انسانی شکل اختیار کر گیا ہو گا۔ اب واپس اپنے زمانے میں، اپنی دنیا میں جانے کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

عنبر کو ناگ نے سب بتا دیا۔

عنبر نے کہا۔" اژدہا سے پوچھو ہم واپس کس زمانے میں اور دنیا کے کس حصے میں نکلیں گے؟"

ناگ نے اژدہا سے سوال کیا تو جواب میں اس نے کہا۔"میں کوئی ضمانت نہیں دے سکتا۔ بہرحال تم آج کے زمانے سے تیس لاکھ سال آگے کے زمانے میں نکل جاؤ گے اور پھر سے پہلے کی طرح اپنا پانچ ہزار سالہ تاریخی سفر شروع کر دو گے۔ کیا تم واپس جانے کے لئے تیار ہو؟ کیونکہ اب میرے پاس بھی زیادہ وقت باقی نہیں رہا۔ مجھے بھی واپس جانا ہے۔"

ناگ نے عنبر سے آخری بار پوچھا کہ کیا وہ تیار ہے؟

اور اس نے عنبر کو یہ بھی بتا دیا کہ اژدہا اس بات کی کوئی ضمانت نہیں دے رہا کہ وہ کس زمانے میں اور دنیا کے کس حصے میں جا کر نکلیں گے۔

عنبر نے کہا۔"کوئی بات نہیں۔ سب ٹھیک ہو جائیگا یہاں سے نکلنا ضروری ہے۔ اژدہا سے کہو ہم بالکل تیار ہیں۔"

ناگ نے اژدہا کو آخری بار اجازت دے دی۔ اژدہا نے اپنا بچن پہلے سکیڑا۔ پھر پھیلا کر اور زیادہ اوپر اٹھا لیا اور ناگ سے کہا۔"میرے قریب پتھر پر ایک دائرہ بنا ہوا ہے۔ اس میں آ کر دونوں کھڑے ہو جاؤ۔"

ناگ نے عنبر کا ہاتھ پکڑا اور اسے لے کر آگے بڑھا پتھروں میں ایک بڑے پتھر کی سل پر سبز رنگ کا دائرہ بنا ہوا تھا۔ عنبر اور ناگ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے اس میں آ کر کھڑے ہو گئے۔ اژدہا نے کہا۔

"آنکھیں بند کر لو۔"

ناگ نے عنبر سے آنکھیں بند کرنے کا کہہ کر خود بھی آنکھیں بند کر لیں۔ انہوں نے ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دے رکھے تھے۔ اچانک اژدہا کے بچن سے سبز روشنی کی ایک شعاع پھوٹی اور سیدھی عنبر اور ناگ پر آ کر پڑی۔ شعاع بڑی ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ عنبر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور ناگ دونوں اس روشنی میں سبز ہو گئے۔ پھر یہ روشنی تیز سے تیز تر ہوتی گئی۔ عنبر اور ناگ کو اپنی بند آنکھوں میں بھی روشنی دکھائی دے رہی تھی۔ پھر ایک جھپاکا سا ہوا۔ جہاں عنبر اور ناگ کھڑے تھے، وہاں سبز دھوئیں کا بادل اٹھا۔ جب بادل چھٹا تو وہاں نہ عنبر تھا اور نہ ناگ تھا۔ دونوں غائب ہو چکے تھے۔

ناگ نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ ایک باغ کے لان میں سبز گھاس پر نیم کے گھنے درختوں کی چھاؤں میں سیدھا لیٹا ہوا تھا۔ وہ تڑپ کر اٹھا اور دیکھا کہ اس کے پاس ہی عنبر سبز رنگ کے چھوٹے سے سانپ کی شکل میں پڑا تھا۔ اس کے سر پہ سبز رنگ کی ہلکی سی کلغی بنی ہوئی تھی۔ وہ تیس لاکھ سال کے زمانۂ قبل از تاریخ سے واپس اپنی تاریخ کی دنیا میں آگئے تھے اور عنبر سانپ بن چکا تھا۔ ناگ نے عنبر کی طرف دیکھ کر سانپ کی زبان میں کہا۔

"عنبر!"

"ہاں ناگ بھیّا!"

ناگ نے خدا کا شکر ادا کیا کہ وہ دونوں اپنی دنیا میں واپس آگئے ہیں۔ لیکن اُسے افسوس ہو رہا تھا کہ عنبر

سانپ بن گیا ہے اور خدا جانے اب اسے کبھی انسانی شکل میں واپس آنا نصیب بھی ہوگا کہ نہیں۔ عنبر رینگتا ہوا ناگ کے قریب آگیا۔ ناگ نے کہا۔

"سانپ بن کر کیا محسوس ہو رہا ہے عنبر؟"

عنبر نے کہا۔ "ایسا لگتا ہے کہ میں نے تنگ اچکن پہن لی ہے۔ بس باقی بالکل ویسے ہی محسوس کر رہا ہوں۔ بس ذرا تنگی کا احساس ہے۔"

دو آدمی ناگ کے قریب سے اُردو زبان میں باتیں کرتے گزر گئے۔ عنبر نے کہا۔

"عجیب بات ہے۔ مجھے ان کی زبان سمجھ آ رہی ہے۔ یہ اردو زبان ہے۔ ہم یقیناً ہندوستان یا پاکستان کے کسی شہر میں آگئے ہیں ناگ!"

ناگ نے آس پاس کا جائزہ لیا۔ وہ شہر کے کسی پارک میں تھا۔ موسم برسات کا تھا۔ کیونکہ آسمان پہ برسات کی کالی گھٹا چھا رہی تھی۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے چل رہے تھے۔ قریب ہی کچھ بچے کھیل رہے تھے۔ پاس ہی ایک سڑک تھی جس کے فٹ پاتھ پہ لوگ گزر رہے تھے۔ ان کا لباس کرتہ پاجامہ تھا۔ کسی کسی نے پتلون بشرٹ بھی پہن رکھی تھی۔ ناگ اس سے پہلے ہندوستان کا شہر بمبئی دیکھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چکا تھا ۔ اسے یقین سا ہو گیا کہ وہ بمبئی شہر میں ہے ۔ اس نے عنبر سے کہا ۔

"ایسا لگتا ہے کہ ہم دنیا کے ماڈرن دور میں آ گئے اور یہ بمبئی شہر ہے ۔"

سڑک پر سے ایک دو منزلہ بس گزر گئی ۔ بجلی کی تاروں کے کھمبے بھی لگے ہوئے تھے ۔ موٹر کار بھی سڑک پر سے گزر جاتی تھی ۔

عنبر نے پوچھا ۔ "بمبئی انڈیا کا شہر ہے جو ہمارے زمانے میں بند کہلاتا تھا ؟"

"ہاں عنبر ! یہ ہندوستان ضرور ہے کیونکہ بس کے پیچھے ہندی زبان میں فلم کا اشتہار لکھا تھا ۔ اب یہ معلوم کرنا ہے کہ شہر کونسا ہے ؟"

ناگ نے عنبر کو اٹھا کر اپنی قمیض کی جیب میں رکھ لیا ۔ کیونکہ دو بچے اس کی طرف اپنے گیند کے تعاقب میں آ رہے تھے ۔ گیند ناگ کے قدموں کے پاس آ کر رُک گیا ۔ ناگ نے بچوں کو مسکرا کر دیکھا اور پارک سے نکل کر سڑک کی فٹ پاتھ پر آ گیا ۔ یہ باغوں پارکوں کے درمیان سے گزرنے والی سڑک تھی ۔ پارک جہاں ختم ہوتی تھی ۔ وہاں ایک بڑی سڑک گذر رہی تھی ۔ سڑک کے کنارے ماڈرن فلیٹ

بنے ہوئے تھے ۔ سڑک پر سے دو منزلہ بسیں، موٹر کاریں، سکوٹر اور رکشا وغیرہ گزر رہے تھے ۔ عنبر نے ناگ کی جیب سے اپنا کلغی والا چھوٹا سا سانپ کا سبز سر باہر نکال رکھا تھا اور شہر کی موٹروں ، بسوں اور ماڈرن عمارتوں کو دیکھ رہا تھا ۔

ناگ نے آہستہ سے کہا ۔ "عنبر ! گردن زیادہ باہر نہ نکالو ۔ اگر کسی نے دیکھ لیا کہ میری جیب میں سانپ ہے تو لوگ میرے پیچھے لگ جائیں گے ۔"

عنبر نے کہا ۔ "یہ لو بابا ۔ سر اندر کر لیتا ہوں ۔ عجیب مشکل میں پھنس گیا ہوں ۔ مگر ایک بات ہے ۔ نہ مجھے گرمی لگتی ہے نہ سردی ۔"

"یہ تو پہلے بھی تمہیں نہیں لگتی تھی ۔ لیکن تم نئے نئے سانپ بنے ہو ۔ گرمی ذرا زیادہ ہو گی تو تمہیں ضرور لگے گی ۔ یہ میرا تجربہ ہے ۔"

عنبر نے پوچھا ۔ اب کیا ارادہ ہے ؟ تم کہاں جا رہے ہو ؟"

ناگ بولا ۔ "پہلے تو یہ معلوم کرتے ہیں کہ یہ شہر کونسا ہے اور زمانہ کونسا ہے ۔ پھر ماریا کے بارے میں سوچیں گے کہ وہ کہاں مل سکتی ہے اور میں یہ غور کروں گا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہ خلائی مخلوق یعنی نیلی اور چوکور آنکھوں والی لڑکی کہاں مل سکے گی۔"

عنبر بولا۔ "ناگ بھائی! وہاں — آج سے تیس لاکھ سال پہلے سبز اژدہا کی غار میں کہنے کو تو میں نے کہہ دیا تھا کہ دیکھا جائے گا۔ مگر اب محسوس ہوتا ہے کہ چوکور آنکھوں والی خلائی لڑکی کا ملنا دشوار ہے۔"

ناگ بولا۔ "وہاں تو مجھے حوصلہ دیتے تھے۔ یہاں میں تمہیں حوصلہ دوں گا کہ خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ وہ کوئی نہ کوئی سبب ضرور بنا دے گا۔"

عنبر نے کہا۔ "ناگ بھیا! خلاء میں کروڑوں نوری سال کے فاصلے پہ کسی سیارے پہ جانا کوئی معمولی بات ہے کیا؟"

ناگ بولا۔ "ہم نہیں جائیں گے۔ ہو سکتا ہے وہاں کی مخلوق یہاں آ جائے۔"

عنبر کہنے لگا۔ "ہونہہ۔" عنبر نے طنز بھرے انداز میں کہا۔ "کروڑوں نوری سال کے فاصلے پہ رہنے والی خلائی مخلوق کو کیا پڑی ہے کہ اس دنیا میں آئے۔ بس خوش فہمی ہے تمہاری۔"

ناگ نے جواب دیا۔ "میں تو پوری کوشش کروں گا کہ میرا بھائی، میرا دوست عنبر سانپ سے انسانی شکل میں

آ جائے۔ کیونکہ اگرچہ تمہیں کوئی ہلاک نہیں کر سکتا۔ تم مر نہیں سکتے۔ مگر سانپ ہونے کی وجہ سے تم بہت چھوٹے ہو گئے ہو عنبر — اور اس بات کا خطرہ ہے کہ اگر تم کسی بس یا ریل گاڑی کے نیچے آ گئے تو تم بد ٹکڑے ہو سکتے ہو اور یہ بڑی خطرناک بات ہوگی۔ پھر سانپ بن کر تم باقی اتنی لمبی زندگی نہیں گزار سکو گے۔ تم موت کی تمنا کرنے لگو گے۔ سانپ سانپ اور انسان انسان ہوتا ہے۔"

وہ اسی طرح باتیں کرتے پارک سے دور بڑی سڑک کے کنارے آ گئے۔ چونکہ باتیں کرتے ہوئے ناگ کے ہونٹ نہیں ہل رہے تھے اور نہ ان کی آواز پیدا ہو رہی تھی اس لئے کسی کو شک نہیں پڑا کہ ناگ چلتے میں اکیلے کس سے باتیں کر رہا ہے۔ ناگ نے ایک سٹور کے بورڈ پہ نئی دہلی شہر کا نام لکھا ہوا دیکھا۔ اس نے عنبر سے کہا۔

"عنبر! ہم ہندوستان کے شہر نئی دہلی میں ہیں۔ یہ بمبئی سے کافی دور ہے۔"

عنبر نے پوچھا۔ "زمانہ کونسا ہے؟"

"ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

ناگ چوک میں آیا تو وہاں زمین پہ پھیلائے ایک لڑکا اخبار فروخت کر رہا تھا۔ اس نے اخبار کی پیشانی پہ لکھا ہوا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سن پڑھا اور عنبر سے کہا۔

"ہم ۱۹۸۳ء عیسوی میں آ گئے ہیں۔"

عنبر نے کہا۔ اسی ۱۹۸۳ء میں ہم دونوں پہلے بھی تو لاہور شہر میں آ چکے ہیں۔ مگر لاہور پاکستان میں ہے اور وہ یہاں سے دوسرا مسلمان ملک ہے۔"

ناگ بولا۔" ہاں عنبر! لاہور میں ہمارا ایک دوست امجد بھی رہتا تھا۔"

عنبر نے کہا۔" خدا جانے وہ بیچارہ کہاں ہوگا۔ ہماری پُر اسرار دنیا کی سیر کرنے کے شوق میں میرے پیچھے غیبی دروازے میں چھلانگ لگا بیٹھا اور خدا جانے پھر کہاں چلا گیا۔ اچھا۔ لاہور چل کر اس کا پتہ کریں گے۔ ناگ! مجھے اس کے گھر کا پتہ ہے۔"

ناگ نے کہا۔" میں بھی اس کے گھر سے واقف ہوں۔ گارڈن ٹاؤن میں ہے۔"

ناگ فٹ پاتھ پر سڑک کے کنارے کنارے چلا جا رہا تھا۔ اس نے عنبر سے کہا۔" عنبر! ہمیں یہاں کی کرنسی کا بھی کچھ انتظام کرنا ہوگا۔ کیونکہ روپے پیسے کے بغیر ہمارا یہاں گزارہ نہیں ہوگا۔ اگرچہ ہم کھائے پیئے بغیر زندہ رہ سکتے ہیں۔ مگر تم کو بھی تجربہ ہوا ہوگا کہ ۱۹۸۳ء کے زمانے

کے ان شہروں میں پیسے کے بغیر آپ دو قدم نہیں چل سکتے۔"

"ہاں — یہ تو ٹھیک ہے۔ مگر روپیہ تو پھر تمہیں ہی پیدا کرنا ہوگا۔ میں اگرچہ سانپ بن گیا ہوں، مگر خزانے کا پتہ نہیں چلا سکتا۔

ناگ مسکرایا۔ کہنے لگا۔" فکر نہ کرو۔ یہ دلّی کی زمین ہے یہاں قدم قدم پہ خزانے دفن ہیں۔"

اور ناگ سڑک کراس کرنے لگا تو ایک کار تیزی سے اس کے بالکل نزدیک سے گزر گئی۔

عنبر نے کہا۔" ناگ! خدا کے لئے دھیان سے سڑک پار کرو۔ تمہیں کچھ ہو گیا تو میں کہاں جاؤں گا۔ ہمیں اپنی اپنی زندگیوں کا بڑا خیال رکھنا ہے۔"

ناگ بولا۔" عنبر! یہ لوگ بے دھڑک گاڑیاں چلاتے ہیں۔ یہ کسی کی جان کی پروا نہیں کرتے۔ تمہیں معلوم ہے یہاں ہر روز سینکڑوں لوگ ٹریفک کے حادثوں میں مر جاتے ہیں۔ یعنی ہندوستان اور پاکستان دونوں ملکوں میں —"

عنبر نے کہا۔" ناگ! کیا خیال ہے۔ کیوں نہ ہم ہندوستان سے پاکستان کے شہر لاہور چل کر یہ معلوم کریں کہ ہمارا دوست امجد واپس آ گیا ہے کہ نہیں۔ اگر آ گیا ہوگا تو خلائی سیاروں کے بارے میں اس سے کوئی کتاب لے کر پڑھیں گے —

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مگر کیا تمہیں بارڈر کا پتہ ہے؟"

ناگ نے کہا۔" ہندوستان پاکستان کا بارڈر تو میں پہلے بھی پار کر چکا ہوں۔ مگر امجد سے خلائی سیاروں کی کتاب لے کر کیا کریں گے؟"

ناگ ہنسنے لگا۔عنبر نے کہا۔" یار! ستیاروں کے بارے میں معلومات حاصل کریں گے۔ ہوسکتا ہے۔ ہمیں اس خلائی سیارے کے بارے میں بھی کچھ معلوم ہو جائے۔ جہاں چوکور آنکھوں والی مخلوق رہتی ہے۔"

ناگ نے جواب دیا۔" خیال تو اچھا ہے مگر معلوم کرنے سے تو ہمیں نیلی چوکور آنکھوں والی خلائی لڑکی کے سنہرے بال نہیں مل جائیں گے۔ اس کے لئے تو ہمیں ان کے ستیارے میں جانا ہوگا اور یہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔ ویسے اگر تم کہتے ہو تو ہم لاہور چلے جاتے ہیں۔ لیکن ہمیں پہلے کچھ روپوں پیسوں کا انتظام کرنا ہوگا۔"

عنبر بولا۔" تو پھر کوئی خزانہ نکلواؤ زمین کے اندر سے اپنے کسی سانپ کو کہہ کر۔"

" یہی کرنا پڑے گا۔ میرا خیال ہے پرانی دلّی چلتے ہیں وہاں قلعے میں کہیں نہ کہیں ضرور خزانہ دفن ہوگا۔"

عنبر کو اپنی قمیض کی جیب میں چھپائے ناگ نے ایک

آدمی سے اردو زبان میں پرانی دلّی کی راہ پوچھی اور سڑک پر روانہ ہو گیا۔ ناگ کے پاس ہندوستان کی کرنسی کی ایک دونی تک نہیں تھی۔ اس لئے وہ پیدل ہی چل پڑا تھا۔ عنبر نے جیب میں سے سر نکال کر کہا۔

" ناگ! تھک تو نہیں جاؤ گے؟"

" نہیں عنبر بھائی! تم تو جانتے ہو کہ ہم کبھی نہیں تھکا کرتے۔"

" بھائی باز بن کر اڑ چلو۔ میں تمہارے پنجوں کے ساتھ لپٹا رہوں گا۔"

" خیال تو اچھا ہے۔ میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔"

اتنا کہہ کر ناگ نے ایک جگہ سڑک کے کنارے خالی دیکھی۔ ادھر آکر اس نے ایک گہرا سانس لیا اور باز بن کر ہوا میں اڑنے لگا۔ اس کے پنجوں کے ساتھ عنبر چھوٹے سانپ کے روپ میں لپٹا ہوا تھا۔ ناگ پہلے بھی دلّی آ چکا تھا اور سارے رستے جانتا تھا۔ وہ بارہ کھمبے کے علاقے کے اوپر سے اڑتا ہوا دلّی کے پرانے لال قلعے کی طرف روانہ ہو گیا۔

ساون کی گھٹا چھائی تھی۔ دن کا وقت تھا۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ ناگ باز کی شکل میں بڑی تیزی سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اڑتا چلا جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہی سامنے لال قلعے کے بُرج اور مینارے نظر آنے لگے۔ ناگ قلعے کی چھت پر ایک جگہ اتر گیا۔ یہاں آس پاس کوئی نہیں تھا۔ ناگ نے انسانی شکل اختیار کی۔ عنبر گھاس پہ گر پڑا تھا۔ ناگ نے اسے اٹھا کر جیب میں رکھ لیا۔ قلعے میں جنوب کی طرف سیڑھیاں نیچے جاتی تھیں۔ ناگ نیچے اتر آیا۔ یہاں کوئی آدمی نہیں تھا۔ قلعے کی دیوار کے ساتھ پیپل کا ایک پرانا درخت اگا ہوا تھا۔

ناگ نے کہا۔ "عنبر بھائی! یہ بہت پرانا درخت ہے۔ اس کے نیچے ضرور کوئی خزانہ ہو گا۔"

ناگ اس درخت کے پاس آ کر گھاس پر بیٹھ گیا۔ ایک نظر آس پاس ڈالی کہ کوئی اسے دیکھ تو نہیں رہا۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ وہاں اس کے سوا اور کوئی نہیں ہے تو اس نے آنکھیں بند کر کے منتر پڑھا۔ منتر کے پڑھتے ہی ایک سیاہ کالا سانپ پھن اٹھائے درخت کے پیچھے سے نکل کر ناگ کے سامنے آ گیا۔ اس نے تعظیم سے سر جھکایا اور بولا۔

"عظیم ناگ دیوتا! کیا حکم ہے۔"

ناگ نے کہا۔ "کیا اس جگہ کوئی خزانہ دفن ہے؟"

سانپ نے کہا۔ "ہاں اے عظیم دیوتا! اس جگہ آخری

مغل بادشاہ کی ایک وفادار کنیز زمانی بیگم نے غدر کے دنوں میں جب افراتفری مچی تھی، اپنی محنت کی کمائی کی اشرفیوں سے بھری ہوئی ایک گڑوی دفن کی تھی کہ جب امن و امان ہو گا تو نکال لے گی۔ مگر اسے انگریزوں نے گولی مار کر ہلاک کر ڈالا۔ یہ اس کی امانت ہے جس کی میں حفاظت کر رہا ہوں۔ کیا اے عظیم دیوتا مجھ پہ ایک مہربانی کریں گے؟"

"کیا؟" ناگ نے پوچھا۔

سانپ کہنے لگا۔ "زمانی بیگم کی ایک پڑپوتی دلّی کی ایک گلی میں بڑی غریبی کے دن کاٹ رہی ہے۔ کیا آپ یہ امانت اس تک پہنچا دیں گے۔ اس کے بعد میں آپ کے لئے کوئی دوسرا خزانہ تلاش کر دوں گا۔"

ناگ بولا۔ "میں زمانی بیگم کی امانت اس کی پڑپوتی کے پاس ضرور پہنچا دوں گا۔ تم کسی دوسرے خزانے سے جو کسی کی امانت نہ ہو، میرے لئے ایک سونے کی اشرفی لے آؤ۔"

"جو حکم عظیم ناگ دیوتا۔"

یہ کہہ کر سانپ چلا گیا۔ عنبر نے کہا۔

"ناگ! تاریخ بتاتی ہے کہ غدر کے دنوں میں یہاں بڑا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قتلِ عام ہوا تھا۔ تمہیں یاد ہے ایک بار ہم غدر کے دنوں میں یہاں آئے بھی تھے۔"

"ہاں عنبر! وہ بڑا بُرا زمانہ تھا۔ ہر طرف لوگوں کو پھانسیاں دی جا رہی تھیں۔"

اتنے میں ناگ کو ایسی آواز سنائی دی جیسے کوئی کسی کانسی کے برتن کو لڑھکاتا ہوا لئے چلا آ رہا ہو۔ پھر کالا سانپ کانسی کی ایک گڑوی کو لڑھکاتا ہوا لے کر ناگ کے پاس آ گیا۔ سانپ کے منہ میں سونے کی ایک طلائی اشرفی بھی پکڑی ہوئی تھی۔ سانپ نے منہ میں پکڑی ہوئی اصلی سونے کی اشرفی ناگ کے قدموں میں ڈال کر کہا۔

"عظیم ناگ دیوتا! یہ اشرفی آپ کی نذر ہے اور یہ کانسی کی گڑوی زمانی بیگم کی غریب پڑپوتی کو دے دیجئے گا۔"

ناگ نے کہا "اس کے گھر کا پتہ کیسے ملے گا؟"

سانپ بولا۔ "عظیم ناگ دیوتا! زمانی بیگم کی پڑپوتی کا نام زیب النساء بیگم ہے اور وہ دلّی کے ایک محلّے پھول والاں کی ایک تنگ و تاریک گلی میں رہتی ہے۔"

ناگ نے اشرفی اٹھا کر جیب میں ڈالی۔ اور گڑوی اٹھا کر بولا۔ "بے فکر ہو جاؤ۔ تمہاری امانت اس کی مالک تک پہنچ جائے گی۔"

"میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں عظیم ناگ!"

"اب تم جا سکتے ہو۔" ناگ نے کہا۔

اور سانپ رینگتا ہوا پیپل کے درخت کے پیچھے جا کر غائب ہو گیا۔ عنبر نے کہا۔

"چلو ناگ! پہلے یہ امانت اس کی مالک تک پہنچا دیں۔ کیا تمہیں معلوم ہے محلہ پھول والاں کہاں ہے؟"

"ہاں عنبر! میں ایک بار اس محلّے سے گزرا ہوں۔"

ناگ نے کانسی کی گڑوی پکڑی اور قلعے سے باہر نکلنے کے لئے اس کے بڑے دروازے کی طرف چل پڑا۔ موسم خوشگوار ہونے کی وجہ سے قلعے میں رونق تھی۔ لوگ سیر کرنے چلے آ رہے تھے۔ ناگ قلعے سے باہر نکل آیا۔ اور شہر کے پرانے گلی محلّوں کی طرف چلا۔ پوچھتے پوچھتے وہ محلہ پھول والاں پہنچ گیا۔ یہاں اس نے ایک آدمی سے زیب النساء کے گھر کا پتہ معلوم کیا اور دیکھا کہ ایک ٹوٹی پھوٹی کوٹھڑی میں ایک ادھیڑ عمر عورت پھٹے پرانے کپڑے پہنے برتن دھو رہی ہے۔ ناگ نے سلام کر کے اندر آنے کی اجازت لی اور زیب النساء کے قریب زمین پر بچھے ہوئے بوریے پر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے زیب النساء کو کانسی کی گڑوی پیش کرتے ہوئے ساری بات سمجھائی تو زیب النساء سونے کی اشرفیوں سے بھری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوئی کانسی کی گڑوی دیکھ کر حیران رہ گئی۔ ناگ نے کہا۔

"بہن! یہ تمہاری امانت ہے۔ اسے سنبھالو۔ نئی زندگی شروع کرو۔ خدا نے تمہارے دن پھیر دیئے ہیں۔ اب مجھے اجازت دو۔"

اور ناگ سلام کر کے زیب النسار کے مکان سے باہر آ گیا۔

عنبر بولا۔ "اب میرا خیال ہے ہمیں سونے کی اشرفی کسی سنار کو دے کر اس سے کرنسی نوٹ لینے چاہئیں۔"

ناگ بولا۔ "ہمیں پاکستانی کرنسی بھی لینی ہو گی۔ کیونکہ ہم پاکستان جا رہے ہیں۔"

ناگ بازار میں آ کر ایک سنار کی دکان پر گیا۔ سونے کی اشرفی دکھائی تو وہ سمجھ گیا کہ یہ کہیں سے چوری کر کے لایا ہے۔ بولا۔

"میاں! بڑے عمدہ مال پر ہاتھ مارا ہے۔ بولو کیا دوں؟"

ناگ سنار سے بحث نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا۔

"جو مرضی ہے دے دو۔"

سنار نے پانچ سو روپے کے نوٹ سامنے رکھ دیئے۔ حالانکہ اشرفی کی قیمت اس وقت سات آٹھ ہزار روپے سے کم نہ تھی۔ مگر ناگ نے کوئی اعتراض نہ کیا۔ کہنے لگا۔

"ایسا کرو۔ اس میں سے ساڑھے چار سو روپے پاکستانی کرنسی میں دے دو۔"

سنار نے پاکستانی کرنسی اور ہندوستانی کرنسی کے نوٹ گن کر ناگ کو دے دیئے۔ عنبر نے کہا۔

"یہ دکاندار چور ہے۔ اگر کہو تو اسے تھوڑا سا مزا چکھا دوں۔"

"نہیں عنبر بھائی! ہمیں ابھی اور بھی کام کرنے ہیں۔"

ناگ نوٹ جیب میں ڈال کر شہر کے پرانے گلی محلوں سے باہر آ گیا۔ وہ سیدھا ریلوے سٹیشن کی طرف چل پڑا۔ اس نے امرتسر کا ایک ٹکٹ لیا اور ٹرین میں سوار ہو گیا۔ امرتسر ہندوستان کی پاکستان سے ملنے والی مشرقی سرحد کا آخری ریلوے سٹیشن تھا۔ شام کو ناگ اور عنبر امرتسر پہنچ گئے۔

عنبر نے کہا۔ "ناگ! کیا راتوں رات سرحد عبور کرو گے، یا رات یہاں ٹھہرنے کا ارادہ ہے؟"

ناگ بولا۔ "میرا خیال ہے ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہیئے تاکہ لاہور میں امجد سے ملاقات کر کے ماریا کے بارے میں اور خلائی سیاروں کے بارے میں کوئی معلومات حاصل کی جائے۔"

"خدا کرے کہ وہ لاہور واپس آ گیا ہو۔" عنبر بولا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ناگ نے کہا۔ "اگر نہیں پہنچا ہو گا تو ہم خلا
سیاروں کے بارے میں کہیں اور سے معلومات حا
کرنے کی کوشش کریں گے۔ لیکن عنبر بھائی! اگ
سے کیا ہو گا۔ ہم کسی خلائی سیارے پر تو پہنچ نہیں
سکیں گے۔"

عنبر نے کہا۔

خدا کوئی نہ کوئی سبب بنا دے گا ناگ! ہمیں کوشش
کرتے رہنا چاہیئے۔"

امرتسر ریلوے سٹیشن سے باہر نکل کر ناگ پاکستانی
سرحد کی طرف جانے والی سڑک پر روانہ ہوا تو بوندا باندی
شروع ہو گئی۔

عنبر نے کہا۔ "ناگ! بھیگ جاؤ گے۔ یہاں کسی ہوٹل
میں ٹھہر جاتے ہیں۔"

"خیال بُرا نہیں ہے عنبر بھائی!"

ناگ نے کہا اور ہوٹل کی طرف بڑھا جو ریلوے سٹیشن
کے بالکل سامنے تھا۔ وہاں تک پہنچتے پہنچتے بارش بھی تیز
ہو گئی۔ بارش میں ناگ اگر باز بن کر اڑ بھی جاتا تو وہ
اچھی طرح سے نہیں اڑ سکتا تھا۔ کیونکہ بارش میں پَر
گیلے ہو کر بھاری ہو جایا کرتے ہیں۔ اور پرندوں کو

اڑنے میں دقت ہوتی ہے۔ ناگ نے اس ہوٹل میں ایک
کمرہ کرائے پر لیا۔ دروازہ بند کر کے عنبر کو جیب سے نکال
کر اپنے بستر کے سرہانے پر بٹھا دیا۔ اور خود غسل
میں نہانے چلا گیا۔ ناگ دروازہ بند کرنا بھول گیا تھا۔
وہ غسل خانے میں نہا رہا تھا کہ کمرے کا دروازہ کھول کر بیرا
داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں چائے کا ٹرے تھا۔

○

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عنبر اور ناگ لاہور میں

بیرے نے سرہانے پر سانپ بیٹھا دیکھا تو ٹرے اس کے ہاتھ سے گر پڑا۔

وہ چیخ مار کر باہر کو بھاگا۔ عنبر جلدی سے سرہانے سے اتر کر بستر پر رینگتا ہوا کمرے کی الماری کے پیچھے چلا گیا۔ اسے معلوم تھا کہ اب وہاں لوگ آئیں گے اور ناگ غسل خانے میں ہے۔ ٹرے گرنے کی آواز سن کر ناگ تولیہ جسم کے گرد لپیٹے غسل خانے سے باہر آگیا۔ اس نے دیکھا کہ فرش پر چائے کی پیالیاں ٹوٹی پڑی ہیں اور عنبر غائب ہے۔ اس نے عنبر کو آواز دی تو عنبر الماری کے پیچھے سے نکل آیا۔

ناگ نے پوچھا۔ "کیا ہوا تھا عنبر؟"

عنبر نے ساری بات سنا دی۔ ناگ نے کہا۔

"تم میری قمیض کی جیب میں جا کر چھپ جاؤ۔"

ناگ کی قمیض ہینگر کے ساتھ لٹک رہی تھی۔ عنبر اس کی جیب میں جا کر چھپ گیا۔ ناگ نے غسلخانے میں جا کر پتلون بنیان پہنی۔ اور باہر آکر قمیض بھی پہن لی۔ اتنے میں وہاں ہوٹل کا مینجر اور بیرے آگئے۔ وہ پریشان تھے کہ کمرے میں سانپ نکل آیا ہے۔ ناگ نے کہا۔

"یہاں تو کہیں بھی سانپ نہیں ہے۔"

بیرے نے کہا۔ "سر! میں نے خود دیکھا ہے۔ اس سرہانے پر بیٹھا تھا۔ الماری کے نیچے گھس گیا ہوگا۔"

مینجر نے کہا۔ "کمرے کی تلاشی لی جائے گی۔ سانپ کو مارا جائے گا۔"

ناگ نے بہتیرا سمجھانے کی کوشش کی کہ کمرے میں کہیں سانپ نہیں ہے۔ مگر مینجر کو اپنے ہوٹل کے سارے مسافروں کی زندگیوں کا خیال تھا۔ اس نے اسی وقت بچے سے ایک سپیرا بلا لیا تاکہ بین بجا کر کمرے سے سانپ کو نکالا جائے۔ ناگ بھی کمرے سے باہر آگیا۔ وہ مطمئن تھا کہ عنبر تو سانپ کی شکل میں اس کی جیب میں ہے۔

سپیرے نے آتے ہی بین بجانی شروع کر دی۔ اس بات کا اثر عنبر پر ہونا شروع ہو گیا۔ کیونکہ آخر وہ سانپ تھا۔ ناگ کو اس بات کا خیال ہی نہیں رہا تھا۔ عنبر نے بین کی دھن پر اپنی گردن ناگ کی جیب سے باہر نکال کر جھومنا شروع کر دیا۔ مینجر نے شور مچا دیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"سانپ آپ کی جیب میں ہے۔ اپنی جگہ سے نہ ہلیں نہیں تو کاٹ ڈالے گا۔"

سپیرے نے بین کا رُخ ناگ کی جیب کی طرف کر دیا۔ عنبر نے ناگ کی جیب سے چھلانگ لگا دی اور بین کی دُھن پر ناچنے لگا۔ سپیرے نے جب دیکھا کہ سانپ کے سر پر سبز کلغی ہے تو وہ بے حد خوش ہوا۔ ایسا قیمتی سانپ اس نے زندگی میں پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس نے عنبر کے سر پر کپڑا ڈال کر اس کو پکڑ کر پٹاری میں بند کر لیا۔

ناگ نے کہا۔ "تم یہ سانپ نہیں لے جا سکتے۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں جی؟" مینجر نے حیرانی سے کہا۔

اتنے میں سپیرا سانپ کی پٹاری لے کر نیچے بھاگ گیا۔ ناگ اس کے پیچھے لپکا۔ سیڑھیوں میں اندھیرا تھا۔ سپیرا سیڑھیوں پر سے گزر کر ہوٹل کے پیچھے چلا گیا۔ یہاں جھاڑیاں تھیں اور ٹوٹے پھوٹے کوارٹروں کے درمیان درختوں کی قطاریں کھڑی تھیں۔ سپیرا ان درختوں اور کوارٹروں کے اندھیرے میں غائب ہو گیا۔ ناگ پاگلوں کی طرح سپیرے کو تلاش کرنے لگا۔ اس سے بڑی بھول ہو گئی تھی۔ اسے چاہیے تھا کہ وہیں عنبر کو اٹھا لیتا اور کہتا کہ یہ اس کا پالتو سانپ ہے۔ مگر اب تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ ناگ نے سارا علاقہ

چھان مارا مگر سپیرے کا کوئی پتہ نہ چلا۔ ناگ کو عنبر کی بُو بھی نہیں آ رہی تھی۔ وہ واپس مینجر کے پاس آ گیا اور اس سے پوچھا کہ سپیرا کون تھا اور کہاں رہتا ہے؟

مینجر نے کہا کہ وہ اسے نہیں جانتا۔

"وہ تو بین بجاتا اِدھر سے گزر رہا تھا کہ میں اسے بلا کر اوپر لے گیا۔ مجھے کیا پتہ وہ کون تھا اور کہاں چلا گیا۔"

ناگ کے لئے اس مینجر نے ایک نئی پریشانی کھڑی کر دی تھی۔ وہ ہوٹل سے نکل آیا اور اندازے سے سپیرے کی تلاش میں روانہ ہو گیا۔ اُوپر سے شام ڈھل رہی تھی اور اندھیرا ہونے لگا تھا۔ مگر ناگ اندھیرے میں بھی دیکھ سکتا تھا۔ اس لئے وہ چلتا چلا گیا۔ وہ ٹوٹے پھوٹے کوارٹروں سے نکل کر باہر کھیتوں میں آ گیا۔ کھیت بارش میں بھیگے ہوئے تھے۔ بوندا باندی ہو رہی تھی۔ ناگ نے گہرا سانس لیا اور باز بن کر اس سارے علاقے میں اڑ کر سپیرے کو تلاش کرنے کی کوشش کی۔ مگر ناکام رہا۔ وہ تھک ہار کر واپس اپنے ہوٹل میں آ گیا۔ وہ عنبر کے لئے بہت پریشان تھا اور مینجر کو دل میں بُرا بھلا کہہ رہا تھا کہ کم بخت جانے کہاں سے سپیرے کو لے آیا۔ ناگ اپنے آپ کو بھی بُرا بھلا کہہ رہا تھا کہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ خواہ مخواہ کھڑا تماشہ دیکھتا رہا۔ اسے چاہیئے تھا کہ وہ آگے بڑھ کر عنبر کو اٹھا لیتا اور کہتا کہ یہ اس کا پالتو سانپ ہے مگر اس کے یہ وہم میں بھی نہیں تھا کہ سپیرا عنبر کو پٹاری میں ڈال کر اتنی تیزی سے لے بھاگے گا۔ آخر وہ یہ سوچ کر پلنگ پر لیٹ گیا کہ صبح عنبر کی تلاش میں نکلے گا اور عنبر کی بُو اسے تلاش کرنے میں مدد ملے گی۔

سپیرا ہوٹل سے نکلتے ہی ایسا تیز تیز بھاگا کہ اس نے وہاں سے کافی دور ایک کنوئیں کے پاس جا کر دم لیا۔ اسے معلوم تھا کہ کلغی والا سبز سانپ اسے پھر کبھی نہیں مل سکے گا اور ہو سکتا ہے کہ ہوٹل والے لوگ وہ سانپ اسے ساتھ نہ لے جانے دیں یا اس سے سانپ کے کچھ پیسے مانگیں۔ سانس ٹھیک کر کے سپیرا پھر بھاگ کھڑا ہوا اور بارش میں بھیگتا سڑک پر آ گیا۔ وہاں ایک بس شہر کی طرف جا رہی تھی۔ وہ اس میں سوار ہو گیا اور امرتسر شہر سے دلی بٹالہ کی جانب کچھ فاصلے پر ویرکا نامی ایک قصبے کے باہر اتر گیا۔ یہاں سے پیدل چلتا وہ قصبے سے دور ٹاہلی کے درختوں کی چھاؤں میں اپنے ڈیرے پر آیا اور سپیروں کے سردار کی جھونپڑی میں جا کر اسے پٹاری کھول کر کلغی والا سبز سانپ دکھایا۔ سپیروں کا سردار ایک تجربہ کار

بوڑھا سپیرا تھا۔ اس نے سانپ کو دیکھا تو اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ جھونپڑی میں لالٹین جل رہی تھی۔

بوڑھے سپیرے نے پوچھا۔ "یہ ہیرا تمہیں کہاں سے مل گیا؟"

نوجوان سپیرے نے کہا۔ "شہر کے ہوٹل سے مل گیا بابا۔"

بوڑھا سپیرا کہنے لگا۔ ارے یہ تو امر دیپ شیش ناگ ہے۔ اس کی تو اب دنیا میں نسل بھی باقی نہیں رہی۔ میں حیران ہوں کہ یہ اس ہوٹل میں کہاں سے آ گیا۔"

نوجوان سپیرے نے کہا۔ "بابا! کیا یہ ہمارے لئے دھن دولت لائے گا؟"

بوڑھا سپیرا بولا۔ ارے یہ تو ہمیں بادشاہ بنا دے گا۔ اسے پٹاری میں بند کر کے اوپر پتھر رکھ کر کونے میں یہیں رہنے دے۔ صبح میں اسے لے کر سانپوں کے بادشاہ سپیرے کے پاس جاؤں گا۔"

نوجوان سپیرے نے عنبر کو پٹاری میں بند کیا اور کونے میں اس پر پتھر ڈال کر رکھ دیا۔ عنبر ان کی ساری باتیں سن رہا تھا۔ اب اس میں ایک تبدیلی یہ آ گئی تھی کہ وہ انسانوں کی باتیں سمجھنے لگا تھا۔ وہ پٹاری میں بند خاموش پڑا رہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ واپس ہوٹل میں ناگ کے پاس جانا چاہتا تھا۔ جب جھونپڑی میں خاموشی چھا گئی تو اس نے زور لگا کر پٹاری کا پتھر نیچے گرا دیا اور پٹاری سے باہر نکل آیا۔ جھونپڑی میں لالٹین جل رہی تھی اور بوڑھا سپیرا گہری نیند سویا ہوا تھا۔ عنبر رینگتا ہوا جھونپڑی سے باہر نکل آیا۔ اس نے گردن اٹھا کر چاروں طرف سونگھا۔ اسے ناگ کی بُو کسی طرف سے بھی نہیں آ رہی تھی۔

وہ خدا کا نام لے کر ایک طرف کو چل پڑا۔ وہ میدان میں سے رینگتا ہوا اس کچی سڑک پر آ گیا جو قصبے ویرکا کے قریب سے گزر کر شہر کو جانے والی بڑی سڑک کی طرف جاتی تھی۔ اسے بڑی سڑک کی روشنیاں نظر آ رہی تھیں۔ وہ زمین پر تیزی سے رینگ رہا تھا۔ رات کا اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اچانک کھیتوں میں سے ایک نیولے نے نکل کر عنبر پر حملہ کر دیا۔ نیولا سانپ کا دشمن ہوتا ہے اور اپنے تیز دانتوں سے سانپ کی گردن کے دو ٹکڑے کر دیا کرتا ہے۔ عنبر نے نیولے کو دیکھا تو رُک گیا۔ نیولے نے اچھل کر عنبر کی گردن پکڑ لی۔ نیولا سانپ کی گردن میں اپنے دانت گاڑنے کی کوشش کرنے لگا مگر اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اس نے اپنے دانتوں

میں پتھر کا ٹکڑا پکڑ لیا ہو۔ نیولے نے زور لگایا تو اس کا ایک دانت ٹوٹ گیا۔ نیولا پریشان ہو گیا۔ اس نے ایسا سانپ پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ عنبر نے اپنی دُم کو چابک کی طرح لہرایا اور زور سے نیولے پہ دے ماری۔ عنبر کی دُم لوہے کی لاٹھی کی طرح نیولے کی گردن پر پڑی اور اس کی گردن اس کے جسم سے الگ ہو کر گر پڑی۔

عنبر آگے روانہ ہو گیا۔ اندھیرے میں عنبر کو پانی کی خوشبو آئی۔ سامنے زمین اونچی ہو گئی تھی۔ عنبر گھاس پھوس میں رینگتا ہوا اوپر چڑھا تو دیکھا کہ ایک نہر بہہ رہی تھی۔ عنبر نے سوچا کہ زمین کی بجائے وہ پانی میں آسانی سے تیر سکے گا۔ چنانچہ وہ نہر میں اتر گیا اور پانی کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ تیرنے لگا۔ یہ نہر آگے جا کر دریائے راوی میں گر جاتی تھی اور دریائے راوی ہندوستان کی زمین سے نکل کر پاکستان میں لاہور کے مقام پر نکل آتا تھا۔ عنبر کو اس کی خبر نہیں تھی۔ وہ ناگ سے ملنے کے لئے پانی میں تیرتا جا رہا تھا۔

پانی کی لہروں نے اسے دریا میں لا کر ڈال دیا۔ یہاں پانی کا بہاؤ بڑا تیز تھا۔ عنبر نے دیکھ لیا کہ وہ دریا میں آ گیا ہے۔ اب اس نے کنارے پر آنے کی کوشش شروع کر دی۔ مگر دریا کی موجوں نے اسے اتنی اجازت نہ دی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

برسات کی وجہ سے دریا چڑھا ہوا تھا اور اس کی بپھری ہوئی موجیں بڑی تیزی کے ساتھ بہہ رہی تھیں۔ عنبر نے کنارے کی طرف جانے کی بہت کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا اور دریا کی سیلابی موجیں اسے تیزی کے ساتھ پاکستان کی طرف لے جانے لگیں۔

صبح کی اذانیں ہو رہی تھیں کہ عنبر پاکستان میں داخل ہو گیا۔

یہ لاہور کا دریائے راوی تھا۔ عنبر نے صبح کی ہلکی ہلکی نیلی روشنی میں لاہور کے مقبرہ جہانگیر اور بادشاہی مسجد کے میناروں کو پہچان لیا۔ اب وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ وہ لاہور پہنچ گیا تھا اور اسی شہر میں وہ ناگ کے ساتھ آنے والا تھا۔ اب اسے لاہور میں ہی کسی جگہ چھپ کر ناگ کا انتظار کرنا تھا۔ دریا کی موجیں لاہور کے راوی والے ریلوے پل کے نیچے سے گزر رہی تھیں۔ عنبر بھی ان لہروں کے ساتھ ہی پل کے نیچے سے گزر گیا۔ اس کی بائیں جانب کامران کی بارہ دری تھی۔ اس پرانے کھنڈر کو بھی عنبر نے پہچان لیا۔

وہ ایک رات اس بارہ دری کے کھنڈر میں بسر کر چکا تھا۔ یہاں آ کر دریا کی لہروں نے اسے کنارے کی طرف دھکیلنا

شروع کر دیا۔ عنبر یہی چاہتا تھا۔ اس نے بھی زور لگایا اور تھوڑی سی کوشش کے بعد کامران کی بارہ دری کے کنارے پہ آ گیا۔

کنارے پہ ریت کی دلدل تھی۔ عنبر اس دلدل پر رینگتا بارہ دری میں آ کر پڑ گیا۔ وہ تھک گیا تھا۔ حالانکہ انسانی شکل میں اسے تھکن کا کبھی احساس نہیں ہوا تھا۔ دن نکل رہا تھا۔ چاروں طرف صبح کی روشنی پھیل رہی تھی۔ یہاں بھی آسمان بادلوں میں چھپا ہوا تھا۔ مگر بارش نہیں ہو رہی تھی۔ عنبر کو اپنے چھپنے کے لئے کوئی جگہ تلاش کرنی تھی۔ وہ ادھر ادھر رینگ کر جگہ تلاش کرنے لگا۔ اسے بارہ دری سے دس قدم پہ درختوں کے درمیان ایک کھوہ دکھائی دی۔ عنبر اس کھوہ میں گھس گیا۔ اس کے لئے بڑی مشکل ہو گئی تھی۔ اگر وہ باہر نکل کر گارڈن ٹاؤن المجد کی کوٹھی کی طرف جاتا ہے تو خطرہ ہے کہ لوگ اسے پکڑ لیں گے۔ کوئی سپیرا پکڑ لے گا۔ وہ مر تو نہیں سکتا تھا۔ کسی کی قید میں ضرور جا سکتا تھا۔ کیونکہ لوگ ہر جگہ سانپ کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں اور یہ بات ہے بھی درست۔ اگر وہاں بیٹھ کر ناگ کا انتظار کرے تو ناگ کو یہ کیسے پتہ چلے گا کہ عنبر اس درخت کی کھوہ میں بیٹھا اس کا انتظار کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہا ہے۔ عنبر کو یہی سوچتے سوچتے نیند آ گئی اور وہ سو گیا۔

ادھر صبح ہوئی تو ناگ نے ہوٹل سے نکل کر ایک بار پھر عنبر کی تلاش شروع کر دی۔ وہ دیر تک اسے ادھر ادھر ڈھونڈتا رہا۔ مگر عنبر کہیں نہ ملا۔ کہیں سے اس کی بُو بھی نہ آئی۔ ناگ واپس ہوٹل میں آ گیا۔ وہ نا امید ہو گیا تھا۔ اچانک اسے خیال آیا کہ اگر وہ بھی سپیرے کا بھیس بدل لے تو اس سپیرے کو تلاش کر سکتا ہے جو عنبر کو اٹھا کر لے گیا تھا۔ یہ خیال ناگ کو پسند آیا۔ اس کے پاس ہندوستانی روپے موجود تھے۔ وہ ہوٹل کا کرایہ ادا کر کے شہر سے نکل کر پیچھے گاؤں کی طرف چلا۔ ایک گاؤں کے باہر اسے ایک سپیرا آتا نظر آیا۔ ناگ اس کے قریب پہنچا تو سپیرے کی پٹاری میں بند سانپوں نے ناگ دیوتا کی بُو پا کر پھنکارنا شروع کر دیا۔ ناگ نے وہیں سانپوں کی زبان میں ان سے کہا۔ "میں عظیم ناگ دیوتا تمہیں حکم دیتا ہوں کہ خاموش ہو جاؤ۔"

سپیرا پہلے تو حیران ہوا کہ پٹاری میں سانپ پھنکارنے کیوں لگے ہیں۔ پھر جب سانپ ایک دم چپ ہو گئے تو اس نے کوئی خیال نہ کیا۔ ناگ نے سپیرے سے کہا۔

"بھائی اگر تم مجھے اپنا لباس اور سانپوں کی پٹاری اور بین

دے دو تو میں تمہیں پانچ سو روپے دوں گا۔"

سپیرا فوراً راضی ہو گیا۔ اسے اور کیا چاہیئے تھا۔ اسی وقت اس نے اپنے کپڑے اتار کر ناگ کو دے دیئے اور ناگ کے کپڑے خود پہن لئے۔ ناگ اب بالکل سپیرا لگتا تھا۔ اس نے سپیرے کو پانچ سو روپے دیئے اور پٹاری کاندھے سے لٹکا بین ہاتھ میں لے وہاں سے گاؤں کی طرف چل پڑا۔ گاؤں میں وہ گلیوں میں بین بجاتا پھرا۔ اسے کوئی سپیرا دکھائی نہ دیا۔ نہ ہی عنبر کی کہیں سے بُو آئی۔ موسم بڑا خوشگوار تھا اور ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ چلتے چلتے وہ گاؤں سے دور ایک ویرانے میں آ گیا۔ یہاں اگے جھونپڑیاں نظر آئیں جن کے درمیان کچھ لوگ گول دائرہ بنا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ قریب جا کر ناگ نے دیکھا کہ وہ سپیروں کی بستی تھی اور سپیرے تازہ پکڑے ہوئے سانپوں کا زہر نکال رہے تھے۔

جونہی ناگ سپیرے کے بھیس میں قریب پہنچا، سارے سانپ بے چین ہو گئے۔ سپیرے حیران ہوئے کہ ان کو اچانک کیا ہو گیا ہے۔ ناگ نے فوراً وہیں سے انہیں خاموش اور پُرسکون رہنے کا حکم دیا۔ سانپ پھر اپنی اصل حالت پر آ گئے۔ سپیرے انہیں باری باری پٹاریوں سے نکالتے اور ان کے منہ میں کپڑا ڈال

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر زہر نکالنے لگے۔ ناگ بھی ان میں جا کر کھڑا ہو گیا۔
ان لوگوں نے اپنے درمیان ایک اجنبی نوجوان سپیرے کو دیکھا
تو بولے۔ "تو کون ہے اوئے جو یہاں بغیر اجازت
آ گیا ہے؟"

ناگ کو معلوم نہیں تھا کہ سپیرے جب اپنی بستی میں تازہ
پکڑے ہوئے سانپوں کا زہر نکالتے ہیں تو کسی غیر سپیرے کو
وہاں آنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ ناگ نے بیوقوفوں کی
طرح دانت نکال کر کہا۔

"بادشاہو! معاف کر دیں۔ بس یونہی ادھر آ گیا ہوں۔"

سپیروں کے سردار نے اپنی سرخ آنکھوں سے گھور کر ناگ کو
دیکھا اور بولا۔

"خیریت چاہتا ہے تو یہاں سے بھاگ جا نہیں تو کروندیا
سانپ پھینک کر ہلاک کر دوں گا۔"

ناگ ان سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے اس
کا وہاں کھڑے رہنا بہت ضروری تھا۔ اس نے کہا۔

"بادشاہو! دنیا میں ابھی وہ کروندیا سانپ پیدا نہیں ہوا
جو مجھے ڈسے۔"

سارے سپیرے دنگ رہ گئے۔ یہ ان کے سردار کی بہت
بڑی توہین تھی۔ سردار کا کالا چہرہ بھی غصے سے تمتما اٹھا۔ اس

نے ناگ سے کہا۔

"تمہاری یہ ہمت کہ مجھے چیلنج کرے؟ ابھی مزا چکھاتا
ہوں اس گستاخی کا۔"

باقی سپیرے پرے پرے ہٹ گئے۔ سردار سپیرے نے
ناگ سے کہا۔

"اب آ جاؤ میدان میں اگر باپ کے بیٹے ہو تو۔"

ناگ درمیان میں جا کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنی پٹاری
اور بین زمین پر رکھ دی۔ سردار سپیرے نے ایک مٹی کا کٹورا
جس کے اوپر کالا کپڑا چڑھا ہوا تھا اٹھا کر ناگ کے آگے رکھ
دیا اور بولا۔

"اس میں کروندیا سانپ بند ہے جو آج ہی میں نے
دریا سے پکڑا ہے۔ اگر مائی کے لال ہو تو اس کٹورے میں
ہاتھ ڈال کر اسے باہر نکالو۔"

ناگ کے لئے یہ کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ اس نے مٹی
کا کٹورا پکڑ کر اس کا کپڑا کھولا اور اس میں ہاتھ ڈال کر مٹیالے
رنگ کے انتہائی زہریلے کروندیے سانپ کو پکڑ کر باہر نکال لیا۔
سانپ اس کے ہاتھ میں تھا اور اپنی گردن اوپر اٹھائے ناگ
دیوتا کو بار بار سلام کر رہا تھا۔ سب دانتوں میں انگلیاں
داب کر رہ گئے۔ کسی کی سمجھ میں نہ آیا کہ سانپ ناگ کو سلام

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر رہا ہے۔ سردار سپیرا بے حد شرمسار ہوا مگر کڑک کر بولا۔

"تم نے ضرور کوئی منتر پڑھ کر پھونکا ہوگا۔ ٹھہرو میرے پاس ایک شیش ناگ ہے۔ اگر تم اتنے ہی بڑے سپیرے ہو تو اس شیش ناگ کو ہاتھ میں پکڑ کر دکھاؤ۔"

ناگ نے کہا۔ "کہاں ہے شیش ناگ؟"

سردار سپیرے نے ایک پٹاری اٹھا کر ناگ کے آگے رکھ دی۔

"اس شیش ناگ کے ڈسنے سے انسان کی ہڈیاں ایک سیکنڈ کے اندر اندر گل سڑ جاتی ہیں۔ ایک بار پھر غور کر لو۔ میں تمہاری موت کا ذمہ دار نہیں ہوں گا۔ یہ سب سن رہے ہیں۔ اب بھی یہاں سے کان لپیٹ کر چلے جاؤ۔"

ناگ نے کہا۔ "اگر میں اس شیش ناگ کو پکڑ لوں اور یہ مجھے کچھ نہ کہے تو کیا تم مجھے اپنا سردار مان لو گے۔

سردار نے کہا۔ "تم اس وقت تک زندہ نہیں رہو گے۔"

ناگ نے کہا۔ "ابھی معلوم ہو جائے گا۔"

پٹاری کے اندر شیش ناگ عظیم ناگ دیوتا کی بو برابر سونگھ رہا تھا اور خوف سے کانپ رہا تھا کہ خدا جانے عظیم ناگ اس کے پاس کس لئے آیا ہے۔ ناگ نے پٹاری کا ڈھکن اٹھا کر پرے پھینک دیا۔ پھر سب کے سامنے پٹاری میں ہاتھ

ڈالا اور سیاہ کالے شیش ناگ کو پٹاری میں سے نکال کر اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا۔ شیش ناگ نے اپنی گردن نیچے ڈال رکھی تھی اور کہہ رہا تھا۔

"عظیم ناگ! اگر مجھ سے کوئی قصور ہو گیا ہے تو مجھے معاف کر دیں۔"

ناگ نے سانپ کی خاموش زبان میں کہا۔

"تم سے کوئی قصور نہیں ہوا۔ شیش ناگ! میں ان لوگوں کو سبق سکھانا چاہتا تھا۔ میں ایک خاص مقصد لے کر یہاں آیا ہوں۔ یہ بتاؤ کہ کیا تم نے کلغی والے سبز سانپ کو دیکھا ہے جو امر دیپ سانپ کہلاتا ہے۔"

شیش ناگ بولا۔ "عظیم ناگ! میری اتنی قسمت کہاں کہ میں امر دیپ کے درشن کروں۔ میں نے اسے آج تک نہیں دیکھا۔"

ادھر سپیروں کا سردار اور سپیرے حیران پریشان کھڑے تھے۔ وہ ناگ کے ہاتھ میں شیش ناگ کو سر ڈالے دیکھ رہے تھے۔ جبکہ شیش ناگ ایسا سانپ ہے کہ کوئی اس کے قریب جانے کی کبھی جرأت نہیں کر سکتا۔ اب سپیروں کا سردار بھی سمجھ گیا کہ یہ نوجوان سپیرا کسی بہت بڑے سپیرے کا چیلا ہے۔ اس نے ہتھیار پھینک دیئے اور ہاتھ باندھ کر بولا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"گورو جی! میں آپ کا چیلا ہوں آج سے۔"

ناگ مسکرایا اور بولا۔ "اب تم سیدھی راہ پر آئے ہو۔"

سب نے ناگ سے ہاتھ ملایا اور اسے بڑی عزت سے بھونپڑے میں بٹھا کر دودھ پلایا۔

سردار نے کہا۔ "مجھے معلوم تھا کہ آپ ضرور کوئی کرنی والے اور پُراسرار سپیرے ہیں۔"

ناگ نے کہا۔ "تمہیں نہ اس وقت معلوم تھا کہ میں کون ہوں اور نہ اب معلوم ہے کہ میں کون ہوں۔ لیکن میں تم لوگوں سے ایک بات پوچھنے آیا تھا۔"

"کونسی بات گورو جی!" سردار نے کہا۔

ناگ نے پوچھا "کیا تم نے ادھر کہیں کلغی والے سبز سانپ کو دیکھا ہے۔ اسے امردیپ کہتے ہیں۔

سردار بولا۔ "ہماری اتنی قسمت کہاں کہ امردیپ سانپ کو دیکھیں۔ گورو جی ہمیں اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں۔"

اتنے میں ایک سپیرا جو صبح ہی دریا پار سے آیا تھا، بولا۔

"گورو جی! میں صبح دریا پار کر کے نہر کنارے چلا آ رہا تھا کہ میں نے نہر کے پاس دلدل اور ریت پر ایک عجیب سانپ کے رینگنے کا نشان دیکھا تھا۔ میں نے آج تک ہزاروں لاکھوں سانپوں کے نشان دیکھے ہیں۔ مگر ویسا نشان آج تک کسی کا نہیں دیکھا، ایسے

لگتا تھا کہ وہ کوئی مہاراجہ سانپ تھا جو وہاں سے بڑی شان کے ساتھ گزر گیا۔"

ناگ چونکا۔ اس سپیرے کا اندازہ درست تھا۔ سبز کلغی والے سانپ کے رینگنے کا نشان سب سانپوں سے الگ ہوتا ہے۔ اس نے پوچھا۔

"یہ نشان تم نے کہاں دیکھا تھا؟"

سپیرے نے کہا۔ "یہاں سے دو کوس جنوب کی طرف نہر ہے جو دریا کو جاتی ہے۔ نشان نہر تک آ کر ختم ہو گئے تھے۔ صاف لگتا تھا کہ یہاں سانپ نہر میں اتر گیا ہے۔"

ناگ نے سپیرے سے پورا پتہ ٹھکانہ معلوم کیا اور جب جانے لگا تو سردار سپیرے نے کہا۔ "گورو جی! ہمیں اپنی کوئی انوکھی کرامت ہی دکھاتے جائیں۔ ہم بھی کیا یاد کریں گے۔"

ناگ مسکرایا اور بولا۔ "ڈرو گے تو نہیں؟"

سردار بولا۔ "ہرگز نہیں گورو جی!"

ناگ نے کہا۔ "بہت اچھا۔ تو پھر دیکھو!"

اس کے ساتھ ہی ناگ نے ایک گہرا سانس لیا اور اصلی ناگ دیوتا کی شکل میں سامنے آ گیا۔ وہ ایک بہت بڑے پھن والا اژدہا بن گیا۔ جس کے سات منہ تھے۔ ساتوں سروں پر سونے کے تاج تھے۔ پھن کے گرد سنہری ہار چمک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہا تھا۔ ناگ کو اس شکل میں دیکھ کر وہاں جتنے سانپ تھے زمین پر گر پڑے اور اپنی گردنیں مٹی میں گھسا لیں۔ سردار غش کھا کر گر پڑا اور کئی دوسرے سپیرے بھی بیہوش ہو گئے۔ جو بے ہوش نہ ہوئے وہ تھر تھر کانپ رہے تھے۔ ناگ فوراً اپنی اصلی انسانی شکل میں واپس آ گیا۔ خاموشی سے پٹاری کا جھولا اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور بین ہاتھ میں لے کر وہاں سے نکل گیا۔ سپیرے پھٹی پھٹی آنکھوں سے ناگ کو جاتا دیکھتے ہی رہ گئے۔

ناگ سپیرے کے لباس میں سپیروں کی بستی سے نکل کر نہر پر آ گیا۔ یہاں اس نے زمین پر سانپ کے رینگنے کے وہی نشان دیکھے جو سپیرے نے بتائے تھے۔ ناگ کو پہچاننے میں ذرا دیر نہ لگی کہ یہ نشان عنبر ہی کے ہیں جو سبز کلغی والے سانپ کے رُوپ میں وہاں سے گزرا تھا۔ نشان نہر میں اتر گئے تھے۔ تو کیا عنبر یہاں سے نہر میں چلا گیا تھا؟ کیونکہ آس پاس وہاں کسی جگہ دوسرا کوئی نشان نہیں تھا۔ ناگ نہر کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ آگے جا کر نہر دریا میں گر گئی۔ ناگ وہاں کھڑا ہو گیا۔ عنبر بھی دریا میں چلا گیا ہو گا۔ مگر دریا تو آگے پاکستان کو جاتا ہے۔ ضرور عنبر پاکستان نکل گیا ہے۔ وہاں عنبر کی بُو بھی نہیں ہے

رہی تھی۔

ناگ نے بھی دریا کے ساتھ ساتھ پاکستان کی طرف چلنا شروع کر دیا۔

اس کا خیال تھا کہ اگر راستے میں بارڈر پر کسی نے اسے نہ روکا تو وہ سپیرے ہی کے بھیس میں پاکستان میں داخل ہو جائے گا۔ دوپہر ڈھل رہی تھی۔ برسات کے دن تھے اور صبح ہی سے بادل چھائے ہوئے تھے مگر کال ہے کہ صبح کے بعد سے پھر بارش نہیں ہوئی تھی۔ آگے بارڈر کا علاقہ شروع ہو جاتا تھا۔ دریا کے کنارے اونچے اونچے سرکنڈے اُگے ہوئے تھے۔ ناگ کو معلوم ہی نہ ہوا اور وہ ہندوستان کے بارڈر پر پہنچ گیا۔ سرکنڈوں میں سے اچانک دو بھارتی فوجی نکل کر اس کے سر پر رائفلیں تان کر کھڑے ہو گئے۔

"کون ہو تم؟"

ناگ نے بڑے بھولپنے سے کہا۔

"مہاراج! میں سپیرا ہوں۔ سانپوں کا تماشہ دکھا کر روزی کماتا ہوں۔"

"ادھر بارڈر پر کس کام کو سانپوں کا تماشہ دکھانے آئے ہو؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ناگ کا ایک دم خون کھول اٹھا۔ اس بدتمیز نے ناگ کی ماں کو بُرا کہا تھا۔

ناگ نے اپنا جھولا زمین پر رکھا اور کہا۔

"مہاراج! آپ بھی تماشہ دیکھ لیں۔"

"خبردار! وہیں بیٹھے رہو۔"

سپاہی نے تیسرے سپاہی کو آواز دے کر کہا۔

"آجا ادے۔ ایس ماں کے سپیرے کو لے جا۔"

ایک اور سپاہی مورچے میں سے نکل کر آ گیا۔ اس نے آگے بڑھ کر ناگ کو پکڑ لیا اور مورچے کی طرف گھسیٹنے لگا۔

ناگ نے کہا۔

"گھسیٹتے کیوں ہو۔ میں خود چلا جاتا ہوں۔"

"چل اوئے گیدڑ سنگی دیا پُتر۔"

اب ناگ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی پٹاری میں انتہائی زہریلے پانچ سانپ اس کے ایک اشارے کے انتظار میں بیٹھے تھے۔ ناگ نے سانپوں کی زبان میں پٹاری میں بند سانپوں کو حکم دیا۔

"تمہارے عظیم ناگ دیوتا کو یہ ہلاک کرنے والے ہیں! اٹھو! اور انہیں اپنے زہر کے تیزاب میں جلا کر پانی پانی کر دو۔"

عظیم ناگ دیوتا کا حکم سُن کر پٹاری میں بند پانچوں سانپ طیش کھا کر باہر نکلے۔ اپنے دیوتا کو ہلاک کرنے والوں کو وہ کبھی زندہ نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ بھارتی سپاہیوں کو کوئی خبر نہ ہو سکی کہ پٹاری میں سے سانپ نکل کر ان کے پیچھے آ رہے ہیں۔ سانپوں نے وہیں پانچ فٹ پیچھے سے اچھل کر چھلانگیں ماریں اور ہوا میں اڑتے ہوئے نہتوں ہندستانی سپاہیوں کی گردنوں سے آ کر چمٹ گئے۔ سپاہی بڑبڑا کر پیچھے ہٹے۔

"سی۔ سی۔ سانپ۔"

ان کی کانپتی ہوئی آوازیں بلند ہوئیں۔ مگر عظیم ناگ دیوتا کی جان خطرے میں ہو اور وہ سانپ ان سپاہیوں کو قدم اٹھانے کا موقع دیتے؟ یہ ناممکن تھا۔ گردنوں کے ساتھ چمٹنے سے پہلے ہی وہ انہیں کاٹ چکے تھے۔ اور اپنا سارا زہر زبردست جھٹکے اور غصّے کے ساتھ ان کے جسموں میں داخل کر چکے تھے۔ رائفلیں ان کے ہاتھوں سے گر گئیں اور پھر دھڑام سے خود بھی گر پڑے۔ ناگ کو دیکھتے دیکھتے ان کے جسم ان کی وردیوں کے اندر پتلے پڑ کر پتلے نرم ہو گئے اور پھر پانی بن کر بہنے لگے۔ ناگ نے سانپوں کو پٹاری میں بند کرنے کی بجائے انہیں وہیں چھوڑ دیا اور کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"جاؤ تم آزاد ہو۔"

ناگ نے اپنی بین بھی وہیں جھاڑیوں میں پھینک دی اور ہندوستان کی سرحد پار کر کے پاکستان میں داخل ہو گیا۔ یہاں دریا موڑ گھوم کر پاکستان کے علاقے میں داخل ہو رہا تھا۔ ناگ کو اب پاکستانی بارڈر پولیس سے بھی خطرہ تھا مگر وہ ان کا مقابلہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے دریا میں چھلانگ لگا دی اور تیرنا شروع کر دیا۔ وہ دریا میں انسانی شکل میں تیرنا چاہتا تھا۔ اچانک ایک طرف کنارے پر سے اس پر کسی نے فائر کیا۔ گولی کی آواز سے علاقہ گونج اٹھا۔ ناگ نے گہرا سانس لے کر ایک مچھلی کی شکل اختیار کر لی اور لہروں میں ڈبکی لگا گیا۔ کافی آگے جا کر دریا میں سے اس نے سر باہر نکال کر دیکھا۔ دریائے راوی لاہور میں داخل ہو رہا تھا۔

ناگ کو غروب ہوتے دن کی روشنی میں دور بادشاہی مسجد کے مینارے نظر آئے۔ ناگ لاہور سے واقف تھا۔ یہ اب اس کے لئے کوئی نیا شہر نہیں تھا۔ مچھلی بن کر پانی میں تیرنے کا اسے بڑا مزا آ رہا تھا۔ اسے عنبر کا بھی خیال لگا ہوا تھا۔ کہ خدا جانے لاہور پہنچ کر وہ اس وقت کہاں ہو گا۔ عنبر کے خیال نے اسے دوبارہ پانی میں ڈبکی لگا کر تیرنے کا لطف نہ اٹھانے دیا۔ وہ کنارے کی طرف چلا۔ یہاں کنارے پر

ایک آدمی دریا میں کنڈی ڈالے مچھلیاں پکڑ رہا تھا۔ اس نے جو ایک تین چار سیر کی مچھلی کو دریا کی لہروں کو چیرتے ہوئے اپنی طرف آتے دیکھا تو وہ بڑا خوش ہوا کہ شکار خود اس کی طرف آ رہا ہے۔ اس نے کنڈی دریا میں سے نکال کر ناگ کی طرف پھینکی۔ ناگ نے کنڈی کی طرف کوئی دھیان نہ دیا اور کنارے کی طرف بڑھتا چلا آیا۔ شکاری نے چاقو نکال لیا کہ جونہی مچھلی کنارے پر آئے گی وہ اسے پکڑ کر زخمی کر دے گا تاکہ وہ واپس دریا میں نہ جا سکے۔ ناگ کو شکاری کی خودغرضی پر بڑا غصہ آیا اس نے وہیں کنارے پہ آتے آتے گہرا سانس بھرا اور ایک بڑے سانپ کی شکل بدل لی جس کا پھن اوپر کو اٹھا ہوا تھا اور منہ سے پھنکاریں نکل رہی تھیں۔

شکاری نے سانپ دیکھا تو اس کے ہوش گم ہو گئے۔ حیران ہوا کہ مچھلی سانپ کیسے بن گئی۔ کنڈی بالٹی وہیں چھوڑ کر چیخ مار کر ایسا بھاگا کہ واپس مڑ کر نہ دیکھا۔

کنارے پر آتے ہی ناگ نے دوبارہ انسانی شکل اختیار کر لی۔ اب وہ ایک بار پھر اسی سپیرے کے لباس میں تھا۔ شکاری نے کچھ مچھلیاں پکڑ کر بالٹی میں ڈال رکھی تھیں جو بے چین ہو رہی تھیں۔ ناگ نے ان مچھلیوں کو بالٹی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سمیت دریا میں پھینک دیا اور شہر کو جانے والے ریلوے پُل کی طرف چل پڑا۔ اس ریلوے پُل پر سے وہ کئی بار گزرا تھا۔ پُل کی دوسری جانب کامران کی بارہ دری تھی جہاں پیپل کے درختوں کے درمیان ایک کھوہ میں عنبر ابھی تک چھپا بیٹھا تھا۔

جونہی ناگ پل کے پار پہنچا، اسے عنبر کی بُو آنے لگی۔ وہ چونک اٹھا اور جدھر سے بُو آئی تھی ادھر ہی کو تیز تیز چلنے لگا۔ بُو زیادہ تیز ہوتی جا رہی تھی۔ وہ کھیتوں میں اُتر آیا۔ بُو کامران کی بارہ دری کی طرف سے آ رہی تھی۔ ناگ کامران کی بارہ دری میں آیا تو بُو اتنی تیز تھی جیسے عنبر یہیں کہیں ہو۔ ادھر عنبر نے بھی ناگ کی بُو پا لی تھی۔ وہ جلدی سے درختوں کی کھوہ سے باہر نکل آیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ سامنے ناگ سپیرے کے لباس میں کھڑا ہے۔ ناگ نے بھی عنبر کو دیکھ لیا تھا۔ اس نے جلدی سے عنبر کو اٹھا کر اپنے ساتھ لگا لیا۔ دو بچھڑے دوست مل گئے اور بے حد خوش ہوئے۔ دونوں نے اپنی اپنی کہانی ایک دوسرے کو سنائی اور پھر عنبر نے کہا۔

"اب کیا ارادہ ہے۔ کیا امجد کی طرف چلنا ہے؟"

ناگ نے کہا۔ "وہاں جانے کا کوئی فائدہ نہیں عنبر! وہ

ہماری کیا مدد کر سکے گا۔ ہو سکتا ہے وہ ابھی تک لاہور نہ پہنچ سکا ہو۔"

عنبر بولا۔ "مگر وہ کم از کم ہمیں ماریا کے بارے میں تو بتا سکے گا کہ وہ اسے کہاں چھوڑ آیا تھا۔"

"تم کہتے ہو تو چلے چلتے ہیں۔" ناگ بولا۔

ناگ نے عنبر کو جیب میں رکھا اور گارڈن ٹاؤن کی طرف روانہ ہو گیا۔

○

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پُراسرار نیلی انگوٹھی

لاہور برسات کی شام میں جگمگا رہا تھا۔

موسم خوشگوار تھا۔ بادل صبح سے چھائے ہوئے تھے۔ کسی وقت بھی بوندا باندی شروع ہو سکتی تھی۔ ناگ کے پاس پاکستانی روپے تھے۔ مگر وہ سپیروں کے لباس میں تھا۔

عنبر نے کہا۔ "ناگ بھیا! خدا کے لئے یہ فقیروں والا بھیس بدلو۔ انارکلی چل کر نئے ریڈی میڈ کپڑے خرید کر پہنو۔"

"ہاں عنبر! میں بھی اس لباس سے تنگ آ گیا ہوں۔"

ناگ ایک بس پر سوار ہو کر انارکلی آ گیا۔ انارکلی میں بڑی گہما گہمی تھی۔ لوگ آ جا رہے تھے۔ دکانوں میں روشنیاں ہو رہی تھیں۔ بلب جل رہے تھے۔ ناگ نے ایک دکان کے باہر ریڈی میڈ کپڑوں کا بورڈ لگا ہوا دیکھا تو دکان میں داخل ہوا۔ دکاندار نے اسے جھڑک کر کہا۔

"جاؤ بابا معاف کرو۔ ہماری گاہکی کا وقت ہے۔"

ناگ کو سخت برا لگا مگر غصہ پی گیا۔ کہنے لگا۔

"میں کوئی فقیر نہیں ہوں۔ گاہک ہوں اور کپڑے خریدنے آیا ہوں۔"

دکاندار نے کہا۔ "مال ہے تمہارے پاس؟"

ناگ نے جیب سے سو سو کے سات آٹھ نوٹ نکال کر دکھائے تو دکاندار نے مسکرا کر کہا۔ "تشریف لے چلیں اندر۔ باہر کیوں کھڑے ہیں۔"

عنبر کو بڑا غصہ آیا۔ بولا۔

"ناگ! ان لوگوں کی دو رُخی دیکھی۔ یہ پیسے کے فقیر ہیں۔ دنیا دار لوگ ہیں۔"

ناگ یہ کہتا ہوا دکان میں داخل ہو گیا۔

"کیا کیا جائے عنبر! جب بھی لاہور آتا ہوں ایسا ہی تجربہ ہوتا ہے۔ آج سے سینکڑوں برس پہلے ایسے لوگ نہیں ہوا کرتے تھے۔"

چونکہ ناگ ہونٹ ہلائے اور آواز نکالے بغیر عنبر سے بات کر رہا تھا۔ اس لئے وہاں کسی نے کوئی خیال نہ کیا۔

دکاندار کے نوکر نے کہا۔ "کیوں بھائی کدھر آ رہے ہو؟ کیا بات ہے؟"

یہاں پھر ناگ نے اسے بتایا کہ وہ اپنے لئے ایک پینٹ اور قمیض خریدنا چاہتا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نوکر ہنسا۔ "کیوں! بابو بننے کا ارادہ ہے۔ کوئی ہیرو پے لگتے ہو مجھے۔"

عنبر نے جیب میں بیٹھے بیٹھے اتنی زور سے پھنکار ماری کہ دکان میں جتنے گاہک کھڑے تھے ڈر کر پرے پرے ہٹ گئے۔ یہ پھنکار بالکل سانپ کی تھی۔ نوکر تو دہشت کے مارے کاؤنٹر پر کھڑا ہو گیا۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ سانپ کی پھنکار کہاں سے آئی ہے۔ پھر جب لوگوں نے ایک سپیرے کو دیکھا تو سمجھ گئے کہ اس کے پاس کوئی سانپ ہو گا۔

دکاندار نے اندر آ کر کہا۔ "نکل جاؤ میری دکان سے!"

ناگ نے دکاندار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ یہ سانپ کی آنکھیں تھیں۔ اب، ناگ کی آنکھیں نہیں تھیں۔ دکاندار پہ گویا جادو ہو گیا۔ لرزتی آواز میں میں بولا۔ "جو لینا ہے لے لو بابا۔ لے لو۔"

نوکر سمجھا کہ دکاندار اسے حکم دے رہا ہے۔ اس نے فوراً سپیرے ناگ کو پتلون قمیض دکھانی شروع کر دی۔ ناگ ادھر مڑا تو دکاندار جلدی سے اپنی گدی پر جا بیٹھا۔ اس کے حواس گم سے ہو گئے تھے کیونکہ اس نے سپیرے کی آنکھوں میں ایک اژدہا کو دیکھ لیا تھا۔ ناگ نے ایک قمیض پتلون پسند کی۔ کیبن میں جا کر پرانے کپڑے اتار کر وہیں پھینکے اور

نئے کپڑے پہن کر باہر آ گیا۔ عنبر سانپ کی شکل میں اس کی جیب میں تھا۔ ناگ دکاندار کے پاس آ گیا۔ قمیض کی جیب سے عنبر کو یعنی کلغی والے سبز سانپ کو کاؤنٹر پر رکھ کر بولا۔

"کتنے پیسے دوں ایک پتلون اور قمیض کے سیٹھ؟"

کلغی والے سبز سانپ نے رینگنا شروع کر دیا اور زور سے پھنکار ماری۔ دکاندار کا رنگ زرد ہو گیا۔ جسم کانپنے لگا۔ لرزتی خشک آواز میں ہاتھ جوڑ کر بولا۔ "کوئی پیسہ نہیں۔ کچھ نہیں لوں گا۔ چلے جاؤ۔ خدا کے لئے معاف کر دو۔"

ناگ نے عنبر سے پوچھا۔ "کیا خیال ہے؟"

عنبر نے کہا۔ "معاف کر دو ناگ بھیا!"

ناگ نے کلغی والے سبز سانپ کو کاؤنٹر پر سے اٹھا کر جیب میں رکھا اور دکان سے باہر نکل گیا۔ انارکلی میں سے گزرتا ہوا وہ مال روڈ پر پنجاب یونیورسٹی کے بس سٹاپ پر آ گیا۔ یہاں اس نے ماڈل ٹاؤن جانے والی بس پکڑ لی۔

عنبر نے کہا۔ "یہ گارڈن ٹاؤن جائے گی نا؟"

"ہاں عنبر! گارڈن ٹاؤن پہلے آتا ہے۔ مجھے لاہور کی کچھ کچھ خبر ہو گئی ہے۔"

بس تیزی سے ماڈل ٹاؤن کی طرف جا رہی تھی۔ سواریاں کافی تھیں۔ جن کی وجہ سے بس میں گرمی ہو گئی تھی۔ عنبر نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یہ دیکھنے کے لئے کہ بس میں کتنی سواریاں ہیں ناگ کی جیب سے سر باہر نکال لیا۔ ناگ کے قریب ہی ایک اچکن پوش دُبلا پتلا شاعر قسم کا آدمی بیٹھا تھا۔ اس نے جو ناگ کی جیب میں سے ایک سبز سانپ کے کلغی والے سر کو باہر نکل کر ایک زبان باہر نکالتے دیکھا تو چیخ اٹھا۔

"سی — سی — سانپ۔ مار ڈالو۔ پکڑ لو۔ سانپ — سانپ!"

بس میں شور مچ گیا۔ ڈرائیور نے بس روک لی۔ ساری سواریاں کود کود کر باہر چلی گئیں۔ ناگ چپکے سے اچکن پوش شاعر کے قریب آیا اور عنبر کو چپکے سے اس کی اچکن کی جیب میں ڈال دیا اور عنبر سے کہہ دیا کہ میں ذرا تماشہ کرنے لگا ہوں۔ ڈرائیور اور کنڈکٹر وہاں آ گئے۔

"کیا بات ہے۔ کہاں ہے سانپ۔ کس نے سانپ دیکھا تھا؟"

اچکن پوش شاعر نے کہا۔

"اجی حضرت میں نے دیکھا تھا سانپ۔ اپنی ان گنہگار آنکھوں سے۔ کیا کہتے ہیں کہ ان صاحب کی جیب میں تھا سانپ سبز رنگ کا تھا سانپ۔ سر پر کلغی بھی تھی۔ کیا کہتے ہیں کہ بڑا زہریلا تھا سانپ۔ اوئی۔ اگر کاٹ کھاتا تو میں جیتے جی مر گیا ہوتا۔"

اچکن پوش شاعر نے ناگ کی طرف اشارہ کیا تھا۔

ڈرائیور نے کہا۔ "کیوں باؤ جی! آپ کے پاس سانپ ہے؟"

ناگ نے سر ہلا کر کہا۔

"بالکل نہیں۔ میں نے اپنے پاس سانپ رکھ کر مرنا ہے؟"

اچکن پوش چلایا۔ "اجی حضرت یہ صاحب جھوٹ بول رہے ہیں۔ کیا کہتے ہیں واللہ! میں نے خود ان کی جیب میں سانپ دیکھا ہے۔ کلغی والا تھا ظالم۔ سبز تھا ظالم۔ کاٹ کھاتا تو میں کہیں کا نہ رہتا۔ ان کی جیب دیکھو۔ ان کی تلاشی لو۔ سانپ ان کے پاس ہی ہو گا۔ بڑا ظالم تھا۔"

ناگ نے بازو پھیلا کر کہا۔ "بے شک تلاشی لے لو۔"

ڈرائیور نے ڈرتے ڈرتے ناگ کے کپڑوں کی تلاشی لی۔ سانپ کہیں نہیں تھا۔

ناگ نے کہا۔ "اب ذرا ان صاحب کے کپڑوں کی بھی تلاشی لی جائے۔ کیا معلوم سانپ ان کی اچکن کی جیب میں ہو۔"

اچکن پوش شاعر تنک کر بولا۔

"اجی خدا کا نام لیجئے۔ ہم کوئی سپیرے ہیں جو سانپوں کو جیب میں رکھتے پھریں گے۔ خاندانی نواب ہیں۔ لکھنؤ میں اپنی چھ حویلیاں تھیں۔ جی —"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ناگ نے کہا۔ "مگر تلاشی دینے میں کیا ہرج ہے۔ اگر میں نے بھی تلاشی دی ہے۔ اس میں سواریوں کی بھلائی ہے۔ کیا خبر سانپ آپ کی جیب میں چھپا ہوا ہو اور آپ کو خبر ہی نہ ہو۔"

سب مسافر بولے۔ "ہاں جی! کپڑوں کی تلاشی لے لیں۔"

اچکن پوش شاعر جھلایا۔ "اجی توبہ کیجئے۔ جو ہماری جیب میں سانپ ہو۔ واللہ! ہم کوئی سپیرے تھوڑے ہیں۔ خاندانی رئیس ہیں۔ لکھنؤ میں کچھ حویلیاں تھیں اپنی۔"

ساتھ ساتھ اچکن پوش شاعر اپنی جیبوں میں بھی ہاتھ ڈال کر انہیں ٹٹول رہا تھا۔ جونہی اس نے اپنی اچکن کی سامنے والی جیب میں ہاتھ ڈالا۔ سبز کلغی والا سانپ ان کے ہاتھ میں آ گیا۔ ایک دلدوز چیخ مار کر انہوں نے سانپ کو پرے پھینکا اور سی۔ سی۔ سانپ کہہ کر غش کھا کر گر پڑے۔ لوگ سانپ کو مارنے بھاگے۔

ناگ نے کہا۔ "اسے مت مارو۔ میں سانپوں کو پکڑنا جانتا ہوں۔ میں پکڑ لیتا ہوں۔ نہیں تو یہ کسی نہ کسی کو کاٹ لے گا۔"

لوگ پرے پرے ہٹ گئے۔ ناگ آگے بڑھا۔ سانپ

یعنی عنبر سڑک کے کنارے ایک جھاڑی کے پاس کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔ کیونکہ اس نے ناگ کی یہ بات سن لی تھی کہ میں سانپ کو پکڑ لیتا ہوں۔ ناگ نے آگے بڑھ کر سانپ یعنی عنبر کو پکڑ کر ہتھیلی پر اٹھا لیا۔ واپس گھوما تو لوگ سانپ سے ڈر کر پیچھے کو بھاگے۔

ناگ نے کہا۔ "فکر نہ کرو بھائی۔ یہ کسی کو کچھ نہیں کہے گا۔"

ڈرائیور نے کہا۔ "باؤ جی! کسی دوسری بس میں آنا۔ اس بس میں تمہیں سانپ کے ساتھ سفر کرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔" "چلو جی سواریو! بیٹھو بس میں۔"

سواریاں جلدی جلدی بس میں گھس گئیں اور ڈرائیور بس کو تیزی سے آگے لے گیا۔ ناگ دوسری بس کے انتظار میں بس سٹاپ پر جا کر کھڑا ہو گیا۔ کچھ لوگ اچکن پوش شاعر صاحب کو اٹھا کر بس میں بٹھائے انہیں پنکھا جھل رہے تھے اور پانی پلا رہے تھے۔ وہ بار بار یہی کہے جا رہے تھے۔

"واللہ! کیا کہتے ہیں کہ ہم نے کبھی جیبوں میں سانپ نہیں دکھا۔ واللہ پیدائشی نواب ہیں۔ لکھنؤ میں کچھ حویلیاں تھیں۔ ہائے۔ پانی لاؤ۔ پانی۔ ہائے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ناگ دوسری بس میں سوار ہو کر گارڈن ٹاؤن کے سٹاپ پر اتر گیا۔

اسے امجد کا گھر معلوم تھا۔ وہ ایک کوٹھی کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔

عنبر نے پوچھا۔ "کیا یہی امجد کا گھر ہے؟"

"ہاں! میں یہاں پہلے آ چکا ہوں۔" ناگ نے کہا۔

کوٹھی کے باہر شیخ کرامت علی ٹھیکیدار کا بورڈ لگا تھا۔ شام کا ملگجی اندھیرا چھانا شروع ہو گیا تھا۔ پورچ کی بتی روشن تھی۔ ناگ نے گھنٹی بجائی۔ ایک نوکرانی نے دروازہ کھول دیا۔ ناگ نے امجد کا پوچھا تو امجد کا باپ باہر آ گیا۔ اس نے ناگ کو پہچان لیا۔ ایک بار ناگ نے امجد کی بہن کی سانپ کے کاٹے سے جان بچائی تھی۔ اور امجد نے ناگ کا پروفیسر ناگ کہہ کر تعارف کروایا تھا۔ امجد کے باپ شیخ صاحب نے ناگ کو پہچان لیا۔ انہوں نے ہاتھ ملایا اور ناگ کو ڈرائنگ روم میں بٹھایا اور نوکرانی سے شربت لانے کو کہا۔

"بہت دنوں بعد آپ سے ملاقات ہوئی۔ کیا کہیں باہر گئے ہوئے تھے؟"

ناگ نے کہا۔ "جی ہاں! ذرا کراچی گیا ہوا تھا۔ امجد کہاں ہے؟"

شیخ صاحب بولے۔ "دراصل کل اس کا حساب کا پرچہ ہے۔ وہ ماسٹر سے ٹیوشن پڑھنے گیا ہوا ہے۔ بس آنے ہی والا ہو گا۔"

نوکرانی شربت لے کر آ گئی۔ ناگ شربت پینے لگا۔ شیخ صاحب کی بیٹی نائیلہ کو سانپ سونگھ جایا کرتا تھا جس سے وہ مرنے والی ہو گئی۔ ناگ نے اس کی جان بچائی تھی۔ اس نے ناگ کو سلام کیا۔ ناگ نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھ کر اسے پیار کیا اور امجد کی والدہ کو ادب سے کہا۔ اتنے میں امجد بھی کتابیں ہاتھ میں پکڑے اندر آ گیا۔ ناگ کو دیکھ کر وہ حیران رہ گیا۔

"انکل ناگ! آپ کب آئے؟"

ناگ نے مسکراتے ہوئے امجد کا ہاتھ تھام کر دبایا اور کہا۔

"بس تھوڑی دیر ہوئی آیا تھا۔"

پھر ادھر اُدھر کی باتیں شروع ہو گئیں۔ امجد کی والدہ والد اور بہن نائیلہ ڈرائنگ روم میں ہی بیٹھے تھے۔ وہ جاتے تو ناگ امجد سے کوئی بات کرتا۔ اور ماریا کا پوچھتا۔ امجد نے آہستہ سے ناگ سے پوچھا۔

"انکل عنبر کہاں ہیں؟"

ناگ نے کہا۔ "میری جیب میں ہیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیا؟" امجد پریشان ہو گیا۔ "خیریت تو ہے؟"

امجد کے باپ نے امجد کو پریشان ہوتے دیکھ کر پوچھا۔

"کیا بات ہے بیٹا امجد؟"

"کچھ نہیں ڈیڈی۔ انکل ناگ مجھے کراچی کے عجائب گھر کے بارے میں بتا رہے تھے کہ وہاں ایک خلائی انسان کا ڈھانچہ بھی رکھا ہوا ہے۔"

بیگم بولیں۔ "اللہ نہ کرے۔ بھلا کبھی خلائی انسانوں کے بھی ڈھانچے ہوئے ہیں۔"

نائیلہ کہنے لگی۔ "سائنس کی کتابوں میں تو لکھا ہے کہ خلاء میں کوئی انسان نہیں ہے۔"

امجد کے باپ نے کہا۔ "بھئی سائنس کی تھیوریاں تو بدلتی ہی رہتی ہیں۔ کیا خبر کل کلاں کسی سیارے میں انسان دریافت ہو جائے۔"

ناگ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "جی ہاں! جی ہاں!"

پھر اس نے امجد سے کہا۔ "سنا ہے کل تمہارا سالانہ امتحان ہے۔"

"ہاں انکل! حساب کا پرچہ ہے۔"

"خوب تیاری کی ہے پھر؟"

"جی ہاں! کچھ تیاری کی ہے۔ باقی اللہ مالک ہے۔"

ناگ کسی بہانے امجد کو باہر لان میں لے آیا۔ لان میں آتے ہی امجد نے پوچھا۔

"انکل عنبر آپ کی جیب میں کیسے آ گئے؟"

"یہ بعد میں بتاؤں گا۔ پہلے تم یہ بتاؤ کہ تم نے ماریا کو کہاں چھوڑا تھا؟"

امجد نے کہا۔ "وہ ملک مصر میں تھیں۔ میں بعلبک کے ایک ظالم یہودی کی قید میں تھا۔ ماریا مجھے وہاں سے نکال کر مصر لے گئیں اور پھر ایک تابوت میں لٹا دیا اور میں لاہور واپس پہنچ گیا۔"

"ماریا وہیں مصر کے اہرام میں ہی رہ گئی؟"

"ہاں انکل! میں تو دنگ رہ گیا ہوں تاریخ کے پرانے زمانے میں سفر کر کے۔"

"کیسا رہا تجربہ؟"

"یہ تجربہ مجھے ساری زندگی یاد رہے گا۔ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ اس وقت ساری دنیا میں میں پہلا لڑکا ہوں جس نے تین ہزار سال پیچھے جا کر تاریخ کے قدیم زمانے میں سفر کیا ہے۔ بلکہ وہاں جا کر زندہ رہا ہے۔ اگر مجھے اپنے ماں باپ اور بہن کا خیال نہ ستاتا تو میں کبھی واپس نہ آتا۔ وہ دنیا کس قدر انوکھی اور دلچسپ ہے۔ اگرچہ وہاں تکلیفیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بھی تھیں ۔ مگر وہ بڑی پُر اسرار دنیا تھی ۔"

ناگ امجد کی باتیں بڑے غور سے سُن رہا تھا ۔ امجد نے پوچھا ۔

"اب یہ بتائیے کہ عنبر آپ کی جیب میں کیسے آ گئے ۔ کیا آپ مجھے انکل عنبر سے نہیں ملائیں گے ؟"

ناگ نے مختصر لفظوں میں عنبر کے سانپ بن جانے کی داستان امجد کو سنا دی ۔ اور پھر جیب سے سانپ نکال کر اپنی ہتھیلی پہ رکھ دیا اور کہا ۔

"یہ ہیں تمہارے انکل عنبر ۔"

امجد سبز کلغی والے سانپ کو دیکھ کر ایک بار تو ڈر گیا ۔

"ڈرو نہیں امجد ۔ یہ تمہارے انکل عنبر ہیں ۔ یہ لو انہیں اپنی ہتھیلی پر بٹھاؤ ۔"

امجد نے ڈرتے ڈرتے سبز سانپ کو اپنی ہتھیلی پر رکھ لیا ۔ سانپ نے سر اُٹھا کر اپنی چھوٹی چھوٹی سرخ آنکھوں سے امجد کو دیکھا اور پھر اپنا سر امجد کی ہتھیلی پر رگڑ کر ناگ سے کہا ۔

"ناگ ! امجد کو میرا سلام کہو ۔"

ناگ نے امجد کو عنبر کا سلام پہنچایا تو اس نے کہا ۔

"انکل عنبر کو میرا بھی سلام کہئے ۔"

ناگ نے امجد کا سلام عنبر کو پہنچا دیا ۔ پھر عنبر کو جیب میں رکھ لیا ۔ ناگ نے کہا ۔

"ماریا بہن نے تم سے رخصت ہوتے ہوئے کچھ کہا تھا ؟"

"نہیں ۔ بس یہی کہا تھا کہ امجد تمہارا لاہور اپنے ماں باپ کے پاس پہنچنا بہت ضروری ہے ۔ تم ضرور واپس لاہور اپنی دنیا میں پہنچ جاؤ ۔ اور ہاں ۔"

امجد نے ہاتھ کی انگلی کی طرف اشارہ کر کے کہا ۔

"ماریا بہن نے مجھے اپنی نشانی کے طور پہ یہ پتھر کی انگوٹھی بھی دی تھی ۔"

ناگ نے انگوٹھی کو غور سے دیکھا ۔ یہ نیلے پتھر کی ایک ہی ٹکڑے کی انگوٹھی تھی اور اس میں کوئی نگ نہیں جڑا ہوا تھا ۔ ساری کی ساری انگوٹھی نیلے قیمتی پتھر کی بنی ہوئی تھی ۔ انگوٹھی پرانے زمانے کی تھی ۔ مگر ناگ کو اس میں کوئی خاص بات نظر نہ آئی ۔ حالانکہ جس چیز کی ناگ کو اس وقت سب سے زیادہ تلاش تھی وہ اسی انگوٹھی میں تھی یعنی اس انگوٹھی میں نیلی چوکور آنکھوں والی خلائی لڑکی کیٹی بند تھی ۔ جس کے بال سنہری تھے اور جس کے بالوں کی ایک لٹ عنبر کے گلے میں باندھنے سے عنبر انسانی شکل میں واپس آ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سکتا تھا۔ مگر ناگ کو یا امجد کو اس کے خفیہ راز کا علم نہیں تھا۔ بیکہ انگوٹھی میں بند خلائی لڑکی کیٹی ان کی باتیں برابر سُن رہی تھی اور چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی کہ ناگ! میں انگوٹھی میں بند ہوں۔ مجھے یہاں سے باہر نکالو۔ لیکن خلائی لڑکی کیٹی کی آواز کوئی انسان نہیں سُن سکتا تھا۔

ناگ نے انگوٹھی امجد کو واپس کرتے ہوئے کہا۔

"یہ ماریا کی نشانی ہے اسے سنبھال کر رکھنا۔"

امجد بولا۔ "انکل میں تو اسے اپنی جان کے ساتھ لگا کر رکھتا ہوں۔ مجھے اسکول کے میرے کئی دوستوں نے کہا کہ اسے ہمیں دے دو۔ مگر میں نے کسی کو نہیں دی یہ انگوٹھی۔"

پھر ناگ نے امجد سے خلائی سیاروں کی بات شروع کر دی اور اس سے پوچھا کہ کیا یہاں لاہور میں کوئی ایسی جگہ یا لائبریری ہے جہاں سے اسے خلائی سیاروں کے بارے میں معلومات حاصل ہو سکیں؟ امجد نے پوچھا کہ اس کی کیا ضرورت پڑ گئی تو ناگ نے اسے بتا دیا کہ عنبر صرف ایک ہی صورت میں انسانی شکل میں واپس آسکتا ہے کہ چوکور نیلی آنکھوں والی کسی لڑکی کے سنہری بال کاٹ کر اس کے گلے میں ڈالے جائیں۔ امجد نے کہا۔

"انکل ناگ! خلائی لڑکی کہاں سے ملے گی؟ اور پھر

خلائی سیاروں میں پہنچنا کوئی آسان نہیں ہے۔ آجکل امریکہ کے خلائی سیارے خلاء میں گردش کرتے ہیں۔ دوسرے سیاروں میں سے صرف مریخ اور زہرہ پر ان کے خلائی سیارے اترے ہیں۔ لیکن ان میں بھی کوئی انسان سوار نہیں تھا اور وہ مصنوعی سیارے واپس بھی نہیں آسکے۔

ناگ خاموشی سے امجد کی باتیں سُن رہا تھا۔ انگوٹھی میں بند خلائی لڑکی کیٹی چیخ رہی تھی۔

"خدا کے لئے مجھے انگوٹھی میں سے نکالو۔ میں عنبر کو انسانی شکل میں واپس لاسکتی ہوں۔ کسی طرح مجھے انگوٹھی سے باہر نکالو۔"

لیکن بدقسمتی یہ تھی کہ کیٹی کی آواز سوائے اس کے اور کوئی انسان نہیں سُن سکتا۔ عنبر ناگ کی جیب میں پڑا تھا۔ اس نے کہا۔

"ناگ! امجد سے پوچھو کہ جب ماریا اسرام مصر میں اس سے جدا ہوئی تھی تو کیا اُس نے کوئی خاص بات کی تھی؟"

ناگ نے عنبر کا سوال امجد کو کیا تو امجد نے کہا۔

"نہیں انکل! ماریا بہن نے کوئی خاص بات تو نہیں کی تھی۔ بس یہی کہا تھا کہ لاہور واپس اپنے ماں باپ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے پاس جاؤ اور اپنی پڑھائی کی طرف دھیان دو۔"

عنبر خاموش ہو گیا۔ ناگ نے کہا۔

"اچھا امجد یہ بتاؤ کہ حساب کے مضمون میں تم کیسے ہو؟"

امجد ہنس پڑا۔ "انکل! حساب ذرا کم ہی آتا ہے مجھے۔ مگر میں انشاء اللہ پاس ہو جاؤں گا۔"

ناگ نے امجد سے پوچھا کل اس کا امتحان کس سنٹر میں ہو رہا ہے۔ اس سنٹر کا پورا پتہ پوچھنے کے بعد ناگ نے کہا۔

"اچھا کل وہیں سنٹر میں ملاقات ہو گی۔ اب میں جاتا ہوں۔ اپنے ڈیڈی کو میرا سلام کہنا۔"

اور ناگ امجد سے ہاتھ ملا کر وہاں سے چلا۔ ناگ کے پاس کافی پاکستانی روپے تھے۔ اس نے مال روڈ کے ہوٹل انٹرنیشنل میں ایک کمرہ کرائے پر لے لیا اور عنبر کو جیب میں رکھے ہوٹل کے لاؤنج میں آکر چائے پینے لگا۔ اس ماڈرن ہوٹل میں کچھ غیر ملکی بھی بیٹھے تھے۔ ناگ خاموش ہونٹوں کے ساتھ عنبر سے دیر تک باتیں کرتا رہا۔ پھر رات زیادہ ہوئی تو اپنے کمرے میں جا کر عنبر کو بستر پر سانپ بنا دیا اور سو گیا۔

دوسرے دن ناگ ٹھیک وقت پر اس امتحانی سنٹر میں پہنچ گیا جہاں امجد اپنا حساب کا سالانہ پرچہ دے رہا تھا۔ امجد

سنٹر کے باہر ہی اپنے دوستوں سے باتیں کرتا مل گیا۔

"انکل آپ نے کیوں تکلیف کی آنے کی۔ میں تو رات بھی آپ سے کہنے والا تھا کہ آپ تکلیف نہ کریں۔ مگر آپ ایک دم سے چلے گئے۔"

ناگ بولا۔ صاف صاف بات یہ ہے امجد کہ میں حساب کا پرچہ حل کرنے میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں۔ میں کسی شکل میں اندر ہال میں آؤں گا اور تمہیں حساب کے سوالوں کے جواب لکھوا کر چلا جاؤں گا۔"

امجد ناگ کا منہ ہی تکتا رہ گیا اور ناگ وہاں سے ہٹ گیا۔ امجد اپنے دوستوں کے ساتھ سنٹر میں امتحان دینے چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد پرچہ تقسیم ہو گیا۔ ناگ ننھی سی چڑیا بن کر ہال میں گیا اور ایک پرچہ اڑا کر لے آیا۔ باہر آ کر اس نے پرچے کے مشکل سوال ایک باریک کاغذ پر حل کیے اور پھر ننھی چڑیا بن کر ہال میں چلا گیا۔ امجد اپنے ڈیسک پر سر جھکائے بیٹھا پرچہ حل کر رہا تھا۔ ناگ نے موقع دیکھ کر حل شدہ پرچہ اس کے ڈیسک پر رکھا اور باہر نکل آیا۔

انسانی شکل میں واپس آ کر اس نے عنبر کو بتا دیا کہ امجد کو پرچہ حل کر کے دے دیا ہے۔ عنبر کہنے لگا۔ اچھا کیا۔ کیونکہ آج کل جو پروفیسر لوگ پرچہ بناتے ہیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ بچوں کی لیاقت کا خیال نہیں رکھتے بلکہ اپنی لیاقت کے مطابق بڑا مشکل پرچہ بناتے ہیں۔

"اب کیا ارادے ہیں؟" عنبر نے پوچھا۔

ناگ بولا۔ "امجد نے مجھے ایک لائبریری پتہ بتایا تھا۔ وہاں چل کر خلائی سیاروں کے بارے میں کسی کتاب کا مطالعہ کر کے معلوم کرتے ہیں کہ خلائی مخلوق سے کیونکر ملاقات ہو سکتی ہے۔"

عنبر کہنے لگا۔ "ناگ بھائی! یہ خواب کی باتیں لگتی ہیں بھلا اس دنیا میں کسی خلائی مخلوق سے بھی کبھی ملاقات ہو سکتی ہے بھلا۔"

ناگ نے کہا۔ "کوشش تو کرنی چاہیئے۔"

ناگ لاہور کی ایک پرانی لائبریری میں آ گیا۔ یہاں ایک سیکشن ایسا تھا جہاں خلاء کے بارے میں کتابیں اور رسالے رکھے تھے۔ ناگ دیر تک ان کتابوں اور رسالوں کو دیکھتا رہا۔ مگر اسے کچھ حاصل نہ ہوا۔ کچھ پلّے نہ پڑا۔ خلاء میں جانا ان کے بس کا روگ نہیں تھا۔ اور نہ ان میں اتنی طاقت تھی کہ خلاء سے کسی مخلوق کو زمین پر بلا سکتے۔ عنبر نے ناگ سے کہا بھی کہ یہاں وقت ضائع کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ مگر ناگ کچھ دیر اور لائبریری میں بیٹھ کر کتابیں

رسالے دیکھنا چاہتا تھا۔

اُدھر امتحانی سنٹر میں امجد پرچہ حل کرنے میں لگا تھا۔ ناگ اسے جو کاغذ دے گیا تھا اس پہ پرچے کے مشکل سوال پہلے ہی حل کر دیئے گئے تھے۔ امجد ڈرتے ڈرتے ناگ کے کاغذ کی نقل مار رہا تھا۔ اس نے یہ خفیہ کاغذ اپنی جھولی میں چھپا رکھا تھا۔ انسپکٹر کی امجد پہ نظر پڑی تو اس نے دیکھا کہ امجد جھولی میں سے کسی شے کو پڑھ رہا ہے۔ وہ اس کے سر پہ آ کر بولا۔

"کیا کر رہے ہو، کھڑے ہو جاؤ۔"

امجد کانپ گیا۔ سمجھ گیا کہ وہ پکڑا گیا ہے اور اب نہ صرف یہ کہ اس کی بدنامی ہو گی بلکہ تین سال کے لئے اسکول سے بھی نکال دیا جائے گا۔ اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ انسپکٹر نے دیکھا کہ امجد کے پاؤں میں ایک کاغذ پڑا ہے۔ اسے اٹھا کر کھولا تو اس میں پرچے کے سارے سوال پہلے سے حل کئے ہوئے تھے۔ انسپکٹر نے امجد کو کان سے پکڑ کر باہر کھینچ لیا۔

"نقل کر رہے ہو؟ اب اس کا نتیجہ بھگتنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ میں تمہاری محکمے کو رپورٹ کروں گا اور تم تین سال کے لئے اسکول سے نکال دیئے جاؤ گے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سارے لڑکے امجد کو دیکھنے لگے ۔ امجد کا رنگ زرد ہو گیا ۔ وہ پہلے ہی ایسا کام کرنے پر راضی نہیں تھا۔ مگر ناگ نے اسے مجبور کر دیا تھا ۔ وہ انسپکٹر کے ڈیسک چھوڑ کر باہر آ گیا ۔ انسپکٹر اسے میز کے پاس لے گیا۔ حل شدہ پرچہ میز پر رکھ کر دوسرے انسپکٹر سے کہا ۔

"اس کی رپورٹ لکھیں جی کہ یہ نقل مار کر پرچہ حل کرتے پکڑا گیا ہے ۔"

امجد نے کہا ۔ "سر! معاف کر دیں ۔ غلطی ہو گئی مجھ سے ۔"

انسپکٹر نے مونچھو پر تاؤ دیتے ہوئے کہا ۔

"بدمعاش ! ایک تو پرچہ نقل کرتا ہے ۔ پھر اوپر سے معافی مانگتا ہے ۔ تمہیں معاف نہیں کیا جائے گا ۔ میں تمہارے خلاف زبردست رپورٹ لکھوں گا ۔"

اور انسپکٹر نے امجد کا اپنا پرچہ الگ کر کے رکھ دیا۔ جس پرچے سے امجد نقل مار رہا تھا ۔ وہ پرچہ میز پر تہہ کیا پڑا تھا ۔

انسپکٹروں نے پولیس کو اندر بلا لیا ۔ پولیس کے سپاہی نے پوچھا ۔

"جس پرچے سے یہ لڑکا نقل مار رہا تھا وہ

کہاں ہے ؟"

انسپکٹر نے کہا ۔ "یہ میز پر رکھا ہے ۔"

اس نے امجد سے کہا ۔ "دکھاؤ میاں ! اپنا گناہ خود کھول کر دکھاؤ ۔ اٹھاؤ اپنا پرچہ اور دکھاؤ سنتری صاحب کو ۔"

امجد سہما ہوا تھا ۔ اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر میز پر سے ناگ کا حل کیا ہوا پرچہ اٹھایا ۔ پرچہ امجد کی نیلے پتھر کی انگوٹھی سے لگ کر نیچے گر پڑا ۔ امجد نے جلدی سے اٹھا کر اسے پولیس کے سپاہیوں اور انسپکٹروں کے سامنے کھولا تو وہ بالکل خالی اور کورا تھا ۔ کاغذ پر ایک لفظ بھی نہیں لکھا ہوا تھا ۔ انسپکٹر کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے ۔

سپاہی بولا ۔

"اس کاغذ پر تو کچھ بھی نہیں لکھا ۔ پھر انسپکٹر صاحب یہ لڑکا کہاں سے نقل مار رہا تھا ؟"

دوسرا سپاہی کہنے لگا ۔

"انسپکٹر صاحب ! یہی کاغذ تھا نا جس پر آپ کے کہنے کے مطابق سوال پہلے ہی حل کر کے یہ لڑکا ہال میں لایا تھا ۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

انسپکٹر نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں! بالکل یہی کاغذ ہے۔ اس کی جھولی سے گرا تھا۔ میں نے خود امجد کو اس کاغذ کی نقل مارتے دیکھا تھا۔"

سپاہی بولا۔

"تو پھر یہ کاغذ تو بالکل کورا ہے۔ اس پہ تو ایک لفظ بھی نہیں لکھا ہوا۔"

اب امجد بھی ہوشیار ہو گیا۔ وہ سمجھ گیا کہ ناگ نے کسی غیبی طاقت سے کاغذ پر حل کئے ہوئے سوالوں کو مٹا دیا ہے۔ اس نے سپاہی سے کہا۔

"جناب میں تو کوئی نقل نہیں مار رہا تھا۔ انسپکٹر صاحب کو غلط فہمی ہوئی ہے۔"

سپاہی نے خالی کاغذ انسپکٹر کے منہ پہ مارتے ہوئے کہا۔

"انسپکٹر صاحب! پولیس کو بلانے سے پہلے معاملے کی تفتیش کر لیا کریں۔ آپ نے خوامخواہ اس لڑکے کو اور ہمیں پریشان کیا ہے۔"

دوسرا سپاہی بولا۔

"آپ نے اس لڑکے کا وقت ضائع کیا ہے اور دوسرے لڑکوں کے سامنے اس کی بے عزتی کی ہے۔ آپ کا فرض ہے

کہ اس سے سب کے سامنے معافی مانگیں اور اسے پرچہ حل کرنے کے لئے بیس منٹ زائد دیں۔"

یہ کہہ کر پولیس کے سپاہی باہر چلے گئے۔ انسپکٹر نے امجد سے سب کے سامنے معافی مانگی اور امجد حیران اور خوش اپنے ڈیسک پر بیٹھ کر پرچہ حل کرنے لگا۔ ناگ کے کاغذ سے اس نے دو مشکل سوال حل کر لئے تھے۔ باقی سارے سوال اسے آتے تھے۔

○

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گھر آکر امجد بڑا حیران ہوا۔

اس نے خود اپنی آنکھوں سے ناگ کے دیئے ہوئے کاغذ پر سوال حل کئے ہوئے دیکھے تھے۔ پھر یہ کیسے ہو گیا کہ جب وہ پکڑا گیا تو کاغذ پر سے سارے سوال غائب ہو گئے۔ امجد نے یہی سوچا کہ یہ ناگ کی غیبی طاقت تھی جس نے کاغذ پر سے سارے سوال غائب کر دیئے۔ امجد نے گھر آکر کسی کو نہ بتایا کہ امتحان کے سنٹر میں اس کے ساتھ کیسا ڈرامہ ہوا ہے۔ اب وہ ناگ کا انتظار کرنے لگا کہ وہ آئے تو اسے سارا قصہ سنائے۔

وہ رات ناگ اور عنبر نے لاہور کے ہوٹل انٹرنیشنل میں بسر کی۔ صبح ناگ نے ناشتہ کیا۔ اگرچہ اسے ناشتے کی ضرورت نہیں تھی۔ پھر بھی محض لوگوں کو دکھانے کے لئے ناگ نے ڈائننگ ہال میں دوسرے لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر ناشتہ کیا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ خاموش ہونٹوں سے عنبر کے ساتھ باتیں بھی کرتا جا رہا تھا۔ عنبر ناگ کو یہی بار بار کہہ رہا تھا کہ وہ اس کو دوبارہ انسانی شکل میں لانے کا خیال چھوڑ دے اور ماریا کی تلاش شروع کرنے کے لئے لاہور سے واپس جانے کی تیاری کرے۔ ناگ اسے جواب میں کہہ رہا تھا کہ اس نے امید کا دامن کبھی نہیں چھوڑا۔ وہ خلائی مخلوق کو پیدا کرنے کی کوشش کرتا رہے گا اور عنبر ایک نہ ایک دن انسانی شکل میں واپس آ جائے گا۔

"ہاں امجد کو چل کر ملتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں کہ اس کا پرچہ کیسا رہا؟"

عنبر کہنے لگا۔ "کاش ماریا امجد کے ہاتھ کوئی ایسا پیغام بھیج دیتی جس سے ہمیں ڈھائی تین ہزار سال پرانے زمانے میں واپس جانے میں مدد مل سکتی۔"

ناگ بولا۔ "ماریا کو کیا خبر تھی بے چاری کو کہ ہم لاہور میں ہوں گے۔ بہر حال واپس جانے کا بھی کوئی طریقہ نکل آئے گا۔ ابھی تو میں تمہیں سانپ کے روپ سے نجات دلا کر واپس انسانی شکل دلانا چاہتا ہوں۔"

عنبر نے آہ بھر کر کہا۔ "ناگ بھیا! اسے بھول جاؤ اب۔"

ناگ نے چائے پیتے ہوئے کہا۔ "آگے آگے دیکھئے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوتا ہے کیا ؟"

دوپہر کے وقت ناگ بس میں سوار ہو کر امجد کے بنگلے کی طرف روانہ ہو گیا ۔ اس روز امجد کا پرچہ نہیں تھا ۔ ناگ نے گھنٹی بجائی تو امجد نے ہی دروازہ کھولا ۔ ناگ کو دیکھ کر وہ بے حد خوش ہوا ۔

"انکل ! میں آپ ہی کا انتظار کر رہا تھا ۔ اندر میرے کمرے میں تشریف لے چلیں ۔"

"خیریت تو تھی ۔ میرا انتظار کیوں کر رہے تھے تم ؟"

"کمرے میں چل کر بتاتا ہوں ۔" امجد نے کہا ۔

امجد کے کمرے میں آکر ناگ کرسی پر بیٹھ گیا ۔ امجد نے دروازہ بند کر کے پردہ گرا دیا ۔

ناگ مسکرایا ۔ "کیا کوئی بڑی پُر اسرار بات ہو گئی ہے ۔ تم بڑے پردے وغیرہ گرا رہے ہو ۔"

امجد ناگ کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا ۔ درمیان میں گول میز تھی ۔ عنبر بھی ناگ کی جیب میں کان لگائے بیٹھ تھا کہ امجد کیا بات بتانے والا ہے ۔

ناگ نے پوچھا ۔ "اب بتاؤ کیا بات ہوئی ہے ؟"

امجد نے سارا قصہ سنا دیا جو امتحان کے سنٹر میں اس کے ساتھ ہوا تھا ۔ پھر بولا ۔

"انکل ناگ ! خدا کی قسم اگر آپ غیبی طاقت سے کام لے کر کاغذ پر حل کئے ہوئے سوال غائب نہ کرتے تو میں تباہ ہو جاتا ۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔"

ناگ نے امجد کی طرف دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا ۔

"مگر کاغذ پر حل کئے ہوئے سوال میں نے غائب نہیں کئے تھے ۔"

ایک پل کے لئے کمرے میں سناٹا چھا گیا ۔ عنبر نے بھی ناگ کی جیب میں پڑے پڑے کان کھڑے کر لئے ۔

امجد نے پوچھا ۔ "تو پھر — تو پھر کس نے غائب کئے تھے ؟"

ناگ نے کہا ۔ "یہی تو میں بھی معلوم کرنا چاہتا ہوں ۔"

اور وہ اٹھ کر کمرے میں بے چینی سے ٹہلنے لگا ۔

عنبر نے کہا ۔ "ناگ ! کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ تم نے غلطی سے امجد کو کورا کاغذ دے دیا ہو ۔"

ناگ نے کہا ۔ "نہیں ۔ میں نے خود اپنے ہاتھ سے سوال حل کر کے وہ کاغذ لپیٹ کر امجد کو دیا تھا ۔"

پھر اس نے عنبر کی تسلی کے لئے امجد سے پوچھ لیا کہ کیا اسے یقین ہے کہ جو کاغذ پکڑا گیا تھا اس پر سوال حل کئے ہوئے تھے ؟

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

امجد بولا۔ "ہاں انکل! مجھے سو فیصد یقین ہے۔ میں نے اس کاغذ پر سے دو مشکل سوال نقل بھی کئے تھے۔"

"وہ کاغذ کہاں ہے؟" ناگ نے سوال کیا۔

امجد بولا۔ "وہ کاغذ بالکل خالی اور کورا تھا۔ بس وہیں کہیں ردّی میں پھینک دیا۔"

اچانک ناگ کے ذہن میں ایک خیال آیا۔ وہ کرسی پر بیٹھ گیا اور امجد سے کہنے لگا۔

"ایک کاغذ لاؤ۔ بالکل اسی سائز کا جس سائز کا کاغذ میں نے تمہیں سوال حل کرکے دیا تھا۔"

امجد نے اپنی رائٹنگ ٹیبل کے دراز میں سے کاغذ کا ایک فل سکیپ شیٹ نکال کر ناگ کو دیا۔

"بس ٹھیک یہی سائز تھا اس کاغذ کا۔"

عنبر بھی چوکنّی ہو گیا کہ ناگ کیا کرنے والا ہے۔ ناگ نے کاغذ لے کر میز پر رکھ دیا اور امجد سے کہا۔

"اب جو جو سوال میں کروں اس کے جواب دیتے جاؤ۔ پہلا سوال یہ ہے کہ جب انسپکٹر نے زمین سے کاغذ اٹھایا تو کیا اس پر سوال لکھے ہوئے تھے؟"

امجد بولا۔ "ہاں! کاغذ انسپکٹر کے ہاتھ میں کھلا تھا اور میں نے دیکھا تھا کہ کاغذ پر سوال حل کئے ہوئے تھے۔"

ناگ: "انسپکٹر کاغذ لے کر کہاں گیا؟"

امجد: "وہ بڑی میز کے پاس بیٹھے دوسرے انسپکٹر کے پاس گیا۔ اسے کاغذ پر حل کئے ہوئے سوال دکھائے اور پھر میرا پرچہ قبضے میں کرکے کہا کہ میں نقل مارتا پکڑا گیا ہوں اور مجھے تین سال کے لئے اسکول سے نکال دیا جائے گا۔"

ناگ: "پھر انسپکٹر نے کیا کیا؟"

امجد: "اس نے پولیس کو بلا لیا۔"

ناگ: "کاغذ کہاں تھا اس وقت؟"

امجد: "انسپکٹر نے تہہ کرکے میز پر رکھ دیا تھا۔"

ناگ: "جب پولیس کے سپاہی آئے تو پھر کیا ہوا؟"

امجد: "انسپکٹر نے مجھے کہا کہ اپنا گناہ خود پولیس کو دکھا۔ میز پر سے اس کاغذ کو اٹھاؤ جس پر سے تم نقل مار رہے تھے۔"

ناگ: "پھر کیا ہوا؟"

امجد: "میں کاغذ اٹھانے لگا تو وہ میرا ہاتھ لگ جانے سے نیچے فرش پر گر پڑا۔"

ناگ: "پھر؟"

امجد: "میں نے زمین پر سے کاغذ اٹھا کر پولیس کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سپاہی کو دے دیا۔ اس نے کھولا تو کاغذ بالکل خالی تھا۔
اس پر کوئی تحریر نہیں تھی۔"

ناگ: "مجھے یہاں بالکل اسی طرح کرکے دکھاؤ۔"

جو سفید فل سکیپ کاغذ امجد نے ناگ کو دیا تھا اس نے اسے تہہ کرکے میز پر رکھ دیا۔ عنبر بڑی دلچسپی سے یہ سب کچھ دیکھ اور سن رہا تھا۔ اس نے ناگ کی جیب سے اپنی گردن باہر نکال رکھی تھی۔

ناگ نے پوچھا۔ "کیا کاغذ اسی طرح میز پر پڑا تھا امجد؟"

"ہاں انکل!"

ناگ نے کہا۔ "اب اندازے سے کرکے دکھاؤ کہ تمہارا ہاتھ اسے کیسے لگا تھا۔"

امجد نے دایاں ہاتھ بڑھا کر کاغذ کو اٹھاتے ہوئے ذرا سا ٹکرا دیا۔ کاغذ نیچے گر پڑا۔

ناگ نے نیچے سے کاغذ اٹھا کر دوبارہ میز پر رکھ دیا۔

"ایک بار پھر یاد کرکے ہاتھ لگاؤ کہ تمہارا ہاتھ کاغذ کو کیسے لگا تھا۔"

امجد نے دوسری بار کاغذ کو اسی طرح اٹھانے کی کوشش

میں اسے نیچے گرا دیا۔

ناگ نے اچانک امجد کا ہاتھ وہیں پکڑ لیا۔ امجد ہکا بکا ہو کر ناگ کا منہ تک رہا تھا۔ ناگ امجد کے ہاتھ کی انگلی میں پڑی ہوئی نیلے پتھر کی انگوٹھی کو تک رہا تھا۔ اس نے عنبر سے کہا۔

"عنبر! بات کھل کر سامنے آنے والی ہے۔"

ناگ نے امجد کو کچھ نہ بتایا۔ اس کا ہاتھ چھوڑ دیا اور کہا۔

"پنسل لاؤ۔"

امجد نے ناگ کو پنسل لا کر دی۔ ناگ نے اس کاغذ کو کھولا۔ اس پر اردو زبان میں دو چار فقرے لکھے۔ اسے تہہ کرکے دوبارہ میز پر رکھا اور امجد سے کہا۔

"امجد! اب اس کاغذ کو میز پر سے اس طرح نیچے گراؤ کہ تمہاری انگلی کی یہ انگوٹھی اس کاغذ سے ضرور ٹکرائے۔"

امجد کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ڈرامہ ہو رہا ہے۔ بہرحال وہ ناگ کے کہنے کے مطابق عمل کرتا جا رہا تھا۔ اس نے میز کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ نیلے پتھر والی انگوٹھی اس کی انگلی میں تھی۔ اس نے کاغذ کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میز پر سے اس طریقے سے گرایا کہ انگوٹھی کاغذ سے چھو گئی۔ کاغذ فرش پر گر پڑا۔ ناگ نے جلدی سے کاغذ اٹھا کر کھولا تو کاغذ پر اس نے ابھی ابھی جو اردو میں فقرے لکھے تھے، غائب ہو چکے تھے۔ کاغذ پہلے کی طرح بالکل خالی اور کورا تھا۔

ناگ نے کاغذ وہیں پھینک کر امجد کی انگوٹھی کو پکڑ لیا۔

"عنبر! یہ سارا کارنامہ اس انگوٹھی کا ہے۔"

عنبر بولا۔ "کیا یہ کوئی طلسماتی انگوٹھی ہے؟"

ناگ نے کہا۔ "ایسا ہی لگتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا ماریا کو پتہ تھا کہ یہ طلسماتی انگوٹھی ہے؟"

عنبر بولا۔ "اگر ماریا کو پتہ ہوتا تو وہ امجد کو ضرور بتا دیتی کہ یہ جادو کی انگوٹھی ہے اور اس سے تم فلاں فلاں کام لے سکتے ہو۔ صاف ظاہر ہے کہ خود ماریا بھی اس انگوٹھی کی غیبی طاقت سے بے خبر تھی۔"

امجد کو عنبر اور ناگ کی گفتگو سنائی نہیں دے رہی تھی۔ ادھر انگوٹھی میں بند خلائی لڑکی کیٹی چلا چلا کر کہہ رہی تھی۔

"ناگ! مجھے باہر نکالو۔ ماریا تمہارا ذکر کیا کرتی تھی۔ میں ماریا کی سہیلی ہوں۔ میں خلائی لڑکی ہوں جس

کی تمہیں تلاش ہے۔ مجھے باہر نکالو۔"

مگر ناگ اور عنبر خلائی لڑکی کی آواز نہیں سن سکتے تھے۔

امجد بھی حیران تھا کہ انگوٹھی لگنے سے کاغذ کی تحریر کیسے غائب ہو گئی۔

"انکل! کیا یہ اس انگوٹھی کی کرامت تھی؟"

ناگ مسکرایا۔ "ہاں امجد! یہ سارا کام اس انگوٹھی نے کیا ہے۔ ماریا نے تمہیں اپنی جو نشانی دی ہے اس میں جادو کی طاقت ہے۔"

امجد حیرانی اور خوشی سے انگوٹھی کو تکنے لگا۔

ناگ نے کہا۔ "امجد! اس انگوٹھی کو سنبھال کر رکھنا۔ یہ بڑی قیمتی انگوٹھی ہے۔ خدا جانے اس میں اور کون کون سی جادو کی طاقت چھپی ہوئی ہے۔"

امجد بولا۔ "انکل میں اسے اپنی صندوقچی میں بند کر کے تالا لگا کر رکھے دیتا ہوں۔"

امجد نے اسی وقت انگوٹھی اتار کر دراز میں سے ایک چھوٹی سی صندوقچی نکال کر اس میں رکھی اور تالا لگا کر چابی جیب میں ڈال لی۔

"بس انکل اب اسے کوئی ہاتھ نہیں لگائے گا۔"

ناگ کسی گہری سوچ میں گم تھا۔ عنبر نے گردن جیب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے اندر کر لی تھی۔ اس نے ناگ سے پوچھا کہ وہ خاموش کیوں ہے اور کیا سوچ رہا ہے۔

ناگ بولا۔ میں اس انگوٹھی کے بارے میں ہی سوچ رہا ہوں کہ یہ کس قسم کی پُراسرار انگوٹھی ہے کہ خود ماریا کو بھی اس کی طلسماتی طاقت کے بارے میں پتہ نہیں تھا۔"

عنبر نے کہا۔" ہو سکتا ہے ماریا کو پتہ ہو مگر وہ امجد کو نہ بتانا چاہتی ہو۔"

"یہ بات مشکل ہی سے عقل مانے گی۔ کیونکہ ماریا کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ وہ امجد کو ایک انگوٹھی دے کر اسے اس انگوٹھی سے فائدہ اٹھانے سے محروم رکھتی۔"

"پھر تم کس نتیجے پر پہنچے ہو ناگ؟"

ناگ بولا۔" میں ابھی کسی نتیجے پر نہیں پہنچا۔ لیکن اس پُراسرار انگوٹھی نے مجھے چوکنا کر دیا ہے۔"

"کس بارے میں چوکنا کر دیا ہے تمہیں؟"

"یہ ابھی بتانا بیکار ہے۔ بہرحال میں ابھی سوچ رہا ہوں۔"

امجد ناگ کی عنبر سے گفتگو نہیں سن سکتا تھا۔ اس نے ناگ سے کہا۔

"انکل آپ خاموش کیوں ہیں۔ کیا سوچ رہے ہیں؟"

ناگ امجد کی طرف دیکھ کر مسکرایا اور بولا۔

"کچھ نہیں امجد! اچھا اب میں چلتا ہوں۔"

امجد کہنے لگا۔" نہیں انکل! آپ کھانا کھا کر جائیں گے۔"

ناگ مسکراتے ہوئے بولا۔" تم عنبر ناگ ماریا کی قسطیں پڑھتے ہو اور تمہیں یہ نہیں معلوم کہ عنبر ناگ ماریا کو بھوک نہیں لگتی۔ وہ تو کبھی کبھی محض شوق کی وجہ سے یا دوسروں کو دکھانے کے لئے کھا لیا کرتے ہیں۔"

امجد نے کہا۔" تو انکل آج دوسروں کو دکھانے کے لئے کھا لیں۔"

"نہیں امجد بیٹا! اب ہمیں اجازت دو۔"

اور ناگ جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ امجد نے کہا۔

"انکل عنبر کو میرا سلام کہئے۔ کاش میں ان سے بھی گفتگو کر سکتا اور انہیں انسانی شکل میں دیکھ سکتا۔"

ناگ نے چھت کی طرف گھورتے ہوئے کہا۔

"وہ وقت بھی جلد آ جائے گا امجد۔"

پھر امجد سے ہاتھ ملایا اور کہا۔

"اچھا خدا حافظ دوست!"

امجد نے پوچھا۔ انکل ابھی آپ لاہور ہی میں رہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گے ناں ۔"

ناگ بولا ۔ "ہاں امجد ! ہم انٹرنیشنل ہوٹل کے کمرہ نمبر ۲۱۱ میں ٹھہرے ہوئے ہیں ۔ ابھی کچھ روز لاہور میں قیام رہے گا ۔"

ناگ امجد سے ہاتھ ملا کر واپس ہوٹل کی طرف چل پڑا۔ راستے میں عنبر نے ناگ سے انگوٹھی کے بارے میں کئی ایک سوال کئے ۔ مگر ناگ نے ہر سوال کا ایک ہی جواب دیا کہ وہ اس انگوٹھی کے بارے میں غور کر رہا ہے ۔

"عنبر ! مجھے یقین ہے کہ اس انگوٹھی میں کوئی زبردست طاقت چھپی ہوئی ہے ۔"

"طاقت سے تمہاری کیا مراد ہے ؟" عنبر نے پوچھا ۔

"یہ میں ابھی کچھ نہیں بتا سکتا ۔ کیونکہ اس کے بارے میں خود مجھے ابھی تک زیادہ علم نہیں ہے ۔"

ناگ کے اس جواب پر عنبر خاموش ہو گیا ۔

شام کی چائے پینے ناگ ہوٹل انٹرنیشنل کے لاؤنج میں آ گیا ۔

یہاں ایک انگریز عورت مارتھا پہلے سے بیٹھی چائے پی رہی تھی ۔ مارتھا کی عمر پچاس کے قریب ہو گی ۔ جسم بھاری ، قد چھوٹا ، ناک طوطے کی طرح آگے سے مڑی ہوئی ۔ رنگ گورا ،

ے بال گھنگھریالے بھورے اور اس کی آنکھوں میں خاص ی مکارانہ چمک تھی ۔ یہ عورت ہندوستان پاکستان کی ت کرنے آئی تھی اور اس کا پیشہ پرانے تاریخی کھنڈرات دفن کئے ہوئے قیمتی خزانوں کا پتہ چلانا تھا ۔ وہ حکومت بتاتی کہ یہاں کوئی تاریخی نوادرات یا خزانہ دفن ہے ۔ اگر نکل آتا تو مارتھا اس کے عوض پانچ ہزار پونڈ وصول یتی اور خزانہ حکومت کے حوالے کر دیا جاتا ۔ اس نے بار کوشش بھی کی کہ کسی طرح حکومت کی آنکھ بچا کر انہ لے کر فرار ہو جائے ۔ مگر دلّی کے ایئرپورٹ پر ی گئی اور بڑی مشکل سے اس نے جان بچائی ۔ ورنہ قید ری جاتی ۔ اب اس نے ایک کتاب میں پڑھا تھا کہ انگلستان بعض علاقوں میں جہاں گھنے جنگل ہیں ، سینکڑوں برس پرانے انے دفن ہیں مگر ان پر بڑے زہریلے سانپ پہرہ دیتے ہیں ۔ ر ان کا پتہ بھی نہیں چل سکتا ۔ دنیا کی کوئی مشین یا یدار یہ نہیں بتا سکتا کہ خزانہ یہاں دفن ہے ۔ آگے کتاب ں بڑی عجیب بات لکھی تھی کہ ہاں اگر کوئی ایسا سانپ مل ئے جو شکل وصورت سے انوکھا ہو اور جس کا رنگ بھی الگ ہو تو اس خزانہ کا پتہ بتا سکتا ہے ۔

مارتھا پاکستان کی سیر و سیاحت بھی کر رہی تھی اور دور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دراز کے دیہات اور قصبوں میں سپیروں کی بستی میں جا کر کسی
ایسے سانپ کی تلاش میں بھی تھی لیکن اسے کہیں بھی کوئی
ایسا انوکھا سانپ نظر نہیں آیا تھا کہ جس کی شکل باقی تمام
سانپوں سے الگ ہو اور جس کا رنگ بھی کسی سے نہ ملتا ہو۔
اب وہ پاکستان سے لندن روانہ ہونے ہی والی تھی اور
انٹرنیشنل ہوٹل کے کمرے میں ٹھہری ہوئی تھی۔ وہ ناگ سے
تھوڑے فاصلے پر تیسری میز پر اکیلی بیٹھی چائے پی رہی تھی۔
اس نے ناگ کو ایک نظر دیکھا اور پھر چائے پینے لگی۔ مارتھا
کو ناگ میں کوئی ایسی خاص بات نظر نہ آئی۔

ناگ نے بھی مارتھا کو یونہی دیکھا۔ جس طرح ہوٹل میں
بیٹھے ہوئے لوگ دوسرے مسافروں کو ایک نظر دیکھ کر پھر بھول
جایا کرتے ہیں۔ ناگ چائے بھی پی رہا تھا اور عنبر سے
خاموش زبان سے باتیں بھی کر رہا تھا۔ اچانک ایک امریکی ہپی
اس کی میز کے قریب سے گٹار بجاتے ہوئے گزرا۔

عنبر نے پوچھا۔ "یہ کیا بج رہا ہے؟"

ناگ بولا۔ "ایک پاگلوں ایسی شکل والا ہپی گٹار بجاتا
گذر رہا ہے۔"

"اچھا۔ ذرا دیکھوں تو اس ہپی کو میں۔ ہپی دیکھے
ایک مدت گزر گئی ہے۔"

اتنا کہہ کر عنبر ناگ کی جیب میں سے اپنی گردن نکال
قریب سے گذرتے ہوئے گٹار بجاتے امریکی ہپی کو دیکھنے لگا
نبر کی بدقسمتی کہ عین اس وقت انگریز عورت مارتھا کی ادھر
نگاہ پڑ گئی۔ اس نے جو ناگ کی جیب میں سے سبز رنگ
ے ایک کلغی والے چھوٹے سانپ کی گردن باہر نکلی ہوئی
یکھی تو پہلے تو اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا۔ پھر ایکدم
ے اچھل پڑی۔ وہ اسی سانپ کی تلاش میں تھی۔ سبز رنگ
سبز کلغی — یہ سانپ سب سانپوں سے الگ اور مختلف
ہے۔ مگر اس شخص نے اسے جیب میں کیوں رکھا ہوا ہے۔
ور کوئی خاص قسم کا آدمی ہے یہ۔ اس سے کسی خاص طریقے
ے ہی اس سانپ کو حاصل کرنا ہوگا۔ مارتھا سوچنے لگی۔

مارتھا کا مکار دماغ بڑی تیزی سے چل رہا تھا۔ آخر اس
ے دماغ میں ایک ترکیب آگئی۔ اس نے جیب سے سگریٹ کا
ٹ نکال کر سگریٹ منہ میں دبایا اور پھر یوں اپنی جیکٹ کی
یبیں اور پھر پرس ٹٹولنے لگی۔ جیسے ماچس کی تلاش ہو۔ اس
ے ساتھ ہی اس نے ناگ کی طرف دیکھا۔ مسکرائی اور اٹھ کر
ل کے پاس آکر بولی۔

"کیوں جناب! ماچس ہوگی آپ کے پاس؟"

"جی نہیں مادام!"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پھر خود ہی اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر ماچس نکالی اور بولی۔

"او مائی گاڈ! میں بھی کیسی بھلکڑ ہوں۔ ماچس جیب میں ہے اور آپ سے ماچس مانگ رہی ہوں۔ دراصل پہلے میں اتنی بھلکڑ نہیں ہوا کرتی تھی۔ لیکن جب سے مجھے بھارت میں ایک سبز سانپ نے کاٹا ہے میری یہ حالت ہو گئی ہے۔ لیکن میری نگاہ بڑی تیز ہو گئی ہے۔ ایک میل کے فاصلے پر رکھی ہوئی چیز دیکھ لیتی ہوں۔"

سبز سانپ کا ذکر سن کر ناگ کچھ چونکا۔ شکار مارتھا کو معلوم تھا کہ اس شخص سے میں سبز سانپ کی بات کروں گی تو یہ مجھ میں دلچسپی لے گا وگرنہ مجھے پاس بیٹھنے نہیں دے گا۔ ناگ نے کہا۔

"سبز سانپ نے آپ کو کب کاٹا تھا؟"

"کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں؟" مارتھا نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ضرور ضرور مادام" ناگ نے کہا۔

عنبر نے اسی وقت اپنی گردن ناگ کی جیب کے اندر کر لی تھی جب وہ عورت اپنی کرسی سے اٹھ کر ماچس کی تلاش میں ناگ کی میز کی طرف آئی تھی۔

انگریز سیاح عورت شکریہ ادا کرتے ہوئے ناگ کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی۔ سگریٹ سلگایا۔ ماچس ایش ٹرے میں رکھی اور ہلکا سا کش لگا کر بولی۔

"یہ آج سے چار ساڑھے چار سال پہلے کی بات ہے۔ میں بندھیا چل کے جنگلوں میں ہرن کا شکار کھیلنے گئی تھی۔ مجھے شکار کا بھی شوق ہے۔ اصل میں میرے ماں باپ لندن میں کافی جائیداد چھوڑ کر مرے ہیں۔ میں نے شادی نہیں کی۔ اب ملک ملک کی سیاحت کرتی ہوں۔ کبھی کبھی شکار بھی کھیل لیتی ہوں۔"

ناگ نے بات کاٹ کر کہا۔

"مادام آپ بتا رہی تھیں کہ سبز سانپ نے آپ کو...."

"اوہ ہاں" وہ ماتھے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ "دیکھا میری یادداشت کتنی کمزور ہو گئی ہے۔ بات کرتے کرتے بھول جاتی ہوں۔ ہاں تو میں کہہ رہی تھی کہ —— کیا کہہ رہی تھی میں؟"

ناگ نے کہا۔ "کہ آپ بندھیا چل کے جنگل میں ہرن کا شکار کھیلنے گئیں۔"

"ہاں —— اور وہاں میں نے چار ہرن مارے۔ ہرن کا گوشت بڑا مزیدار ہوتا ہے۔ اگر اسے بغیر گھی کے صرف

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آگ پر بھونا جائے تو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

ناگ بور ہونے لگا۔ "مادام! آپ سبز سانپ کی بات کر رہی تھیں۔"

"او ہاں ۔ ہاں — تو میں نے ایک ہرن مارا۔ اسے اٹھانے اس کے پیچھے جنگل میں گئی تو ایک جگہ کیا دیکھتی ہوں کہ سبز سانپ پھنکار کر پیچھے سے آیا اور میری پنڈلی پر کاٹ کر جھاڑیوں میں غائب ہو گیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے اس کے سر پہ ایک تاج بنا ہوا تھا۔"

ناگ نے چونک کر پوچھا۔ "تاج کا رنگ کیسا تھا؟"

"میرا خیال ہے سبز تھا۔"

ناگ نے اس خیال سے اس انگریز عورت کی باتوں میں دلچسپی لینی شروع کر دی کہ شاید عنبر جس قسم کا سانپ بنا ہے۔ اس کے بارے میں کوئی مفید معلومات حاصل ہو جائیں۔ حالانکہ عنبر نے جیب کے اندر ہی سے ناگ کو کہا کہ مجھے تو یہ کوئی جھوٹی اور فراڈ عورت لگتی ہے۔ مگر ناگ نے کہا۔

"معلومات حاصل کرنے میں کیا ہرج ہے عنبر۔"

ناگ اس عورت سے کئی ایک باتیں پوچھتا رہا کہ وہ سانپ اس نے پھر کہیں دیکھا کہ نہیں ۔ انگریز عورت نے ناگ کو اپنی باتوں کے جال میں الجھا لیا تھا۔ اس دوران انگریز عورت

نے ناگ کی جیب میں سبز کلغی والے چھوٹے سانپ کو کئی بار ہلتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ وہ اور زیادہ پکی ہو گئی تھی کہ ہو نہ ہو یہی سبز کلغی والا سانپ اس کی قسمت پلٹ دے گا۔ اور اسے لندن کے جنگلوں میں دفن خزانوں کا پتہ بتائے گا۔ اس نے ناگ سے کہا۔

"مسٹر آپ میرے کمرے میں کیوں نہیں آتے؟ رات کا کھانا میرے ساتھ کھائیں۔ مجھے خوشی ہو گی۔ میں آپ کو وہاں سبز سانپ کے بارے میں اور باتیں بھی بتاؤں گی۔ کیا آپ آئیں گے؟"

عنبر نے کہا۔ "ناگ! یار کیا بور کرو گے تم مجھے بھی اس کی دعوت میں۔"

ناگ نے کہا۔ "ہو سکتا ہے کوئی نئی معلومات مل جائیں۔"

ناگ نے انگریز عورت کی دعوت قبول کر لی۔ اس عرصے میں اس نے ناگ سے اپنا تعارف بھی کرا دیا اور کہا کہ میرا نام مارتھا ہے۔ ناگ نے اپنا نام چھپانے کی کوشش نہ کی اور بتا دیا کہ اس کا نام ناگ ہے۔

رات ۹ بجے ناگ مارتھا کے کمرے میں رات کے کھانے پر آ گیا۔ مارتھا نے بڑے اعلیٰ کھانے منگوا رکھے تھے۔ کھانے پر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مارتھا سبز سانپوں کے بارے میں یونہی جھوٹ موٹ کہانیاں سنانی شروع کر دیں۔ اس کے بعد انگریز عورت مارتھا نے سگریٹ سلگا لیا۔ پھر سگریٹ بجھا کر بولی۔

"مسٹر ناگ! آپ سگار پینا پسند کریں گے؟"

ناگ نے کہا۔ "شکریہ مادام! میں سگریٹ نہیں پیتا۔"

"اوہ۔ کوئی بات نہیں۔ میں سگار پیوں گی اتنے اعلیٰ کھانوں کے بعد سگار اچھا لگتا ہے۔"

اور اس مارتھا نے میز کی دراز میں سے ایک خاص قسم کا موٹا سا سگار نکال کر سلگا لیا۔ ایک کش لے کر سگار کو ایش ٹرے میں رکھا اور خود یہ کہہ کر غسل خانے میں چلی گئی کہ میں ذرا ہاتھ دھو لوں۔

اس کے جانے کے بعد عنبر نے ناگ سے باتیں شروع کر دیں۔ وہ کہہ رہا تھا کہ میں تو بور ہو گیا ہوں۔ اس عورت سے بھلا کیا معلومات مل سکتی ہیں۔ یہ تو یونہی سانپوں کے بارے میں فضول قسم کی باتیں کرتی ہے۔ ناگ نے کہا۔

"ہاں عنبر! تم ٹھیک کہتے ہو۔ اس سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوا۔ میرا خیال ہے یہ غسل خانے سے باہر آ جائے تو اجازت لے کر اپنے کمرے میں چلتے ہیں۔"

ناگ کو جمائی آ گئی۔ پھر اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔

اس نے دیکھا کہ کمرے میں سگار کا دھواں بھرنے لگا تھا۔ ناگ نے سگار پہ ہاتھ مارنا چاہا۔ مگر کوشش کے باوجود وہ اپنا ہاتھ اوپر نہ اٹھا سکا۔ اس نے اپنا سارا زور لگا کر اٹھنے کی کوشش کی مگر وہ صوفے سے ایک انچ بھی نہ ہل سکا۔ وہ سمجھ گیا کہ اس کے ساتھ دھوکا کیا گیا ہے۔ ناگ نے عنبر کو بلایا۔ مگر عنبر نے کوئی جواب نہ دیا۔ عنبر پہلے ہی اس کی جیب میں سگار کے دھوئیں کی وجہ سے بے ہوش ہو چکا تھا۔ ناگ نے دو تین بار اپنے سر کو سنبھالنے کی کوشش کی اور پھر اس کا سر ایک طرف لڑھک گیا اور وہ بیہوش ہو گیا۔

غسل خانے کے سوراخ سے مکار انگریز عورت مارتھا یہ سارا تماشہ دیکھ رہی تھی۔ جب اس نے دیکھا کہ ناگ بے ہوش ہو گیا ہے تو وہ دروازہ کھول کر باہر نکل آئی۔ اس نے اپنے منہ اور ناک پہ گیلا تولیہ لپیٹ رکھا تھا۔ اس نے جلدی سے کھڑکیاں کھول کر پنکھا چلا دیا۔ پھر بے ہوش ناگ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر بے ہوش سبز کلغی والے سانپ کو نکالا۔ اسے ایک سوراخ دار ڈبی میں بند کر کے بریف کیس میں رکھا اور بڑی تیزی سے اپنے کپڑے سمیٹ کر اٹیچی کیس میں ڈالنے لگی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پندرہ بیس منٹ بعد وہ اپنے کمرے کا دروازہ بند کر کے باہر آ گئی۔ اس کے ایک ہاتھ میں بریف کیس اور دوسرے ہاتھ میں اٹیچی کیس تھا۔ ہوٹل کا بل اس نے صبح ہی ادا کر دیا ہوا تھا۔ کیونکہ اس کا جہاز رات کے گیارہ بجے پرواز کرنے والا تھا۔ چابی اس نے ہوٹل کے کاؤنٹر پر دے دی اور لابی سے باہر نکل کر ٹیکسی میں سوار ہو کر ائیرپورٹ کی طرف روانہ ہو گئی۔ اس نے سگار میں جو بے ہوشی کی دوا ملا رکھی تھی۔ اس کے دھوئیں کی وجہ سے ناگ کو چھ گھنٹے کے بعد ہوش آنا تھا۔ اس وقت رات کے ساڑھے دس بج رہے تھے۔

ٹھیک گیارہ بجے وہ لاہور سے ہوائی جہاز میں بیٹھ کر کراچی روانہ ہو گئی۔ بارہ بجے کراچی پہنچی اور رات دو بجے بی او اے سی کے جمبو جیٹ طیارے میں سوار ہو کر لندن روانہ ہو گئی۔

صبح کے پانچ بج رہے تھے جب ناگ کو ہوش آیا۔ اس نے سر کو ایک دو بار جھٹکا اور جلدی سے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ وہ دھک سے رہ گیا۔ وہی ہوا جس کا اسے ڈر تھا۔ اس کی جیب سے عنبر غائب تھا۔ کمرے کا سامان الٹا پلٹا ہوا تھا۔ صاف لگ رہا تھا کہ مکار انگریز عورت مارتھا سانپ لے کر فرار ہو چکی ہے۔ اس نے کاؤنٹر پر فون کر کے پولیس کو بلوا لیا۔ ہوٹل کا مینجر پولیس کو لے کر آ گیا۔

پولیس انسپکٹر نے ناگ سے پوچھا کہ آپ کو بے ہوش کرنے کے بعد وہ عورت آپ کی جیب سے کتنے پیسے نکال کر لے گئی ہے۔ ناگ نے کہا۔

"میری جیب میں کوئی پیسہ نہیں تھا۔"

اب وہ پولیس کو کیسے بتاتا کہ وہ مکار عورت اس کی جیب سے عنبر کو نکال کر لے گئی ہے۔ پولیس انسپکٹر نے پوچھا۔

"سوال یہ ہے کہ جب اس عورت نے آپ کی کوئی چیز بھی نہیں چرائی تو آخر اسے آپ کو کمرے میں بلا کر بے ہوش کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"یہی تو میں حیران ہوں۔" مینجر نے کہا۔

انسپکٹر نے ایک بار پھر پوچھا۔

"جناب ایک بار پھر سوچ لیں۔ کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ کی کوئی چیز نہیں چرائی گئی؟"

"نہیں۔ کوئی نہیں۔"

ناگ نے اتنا کہا اور اجازت لے کر اپنے کمرے میں آ گیا۔

صبح ہو رہی تھی۔ وہ بستر پر گر پڑا اور اپنی عقل کو کوسنے لگا کہ وہ اتنا عقلمند اور تجربہ کار ہو کر انگریز مکار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عورت کی باتوں میں کیوں آ گیا ۔ عنبر نے ٹھیک کہا تھا کہ اسے عورت کے کمرے میں دعوت پر نہیں جانا چاہیئے تھا ۔ مگر وہ تو اس لالچ میں چلا گیا تھا کہ وہ سبز سانپوں کی باتیں کر رہی ہے اور پھر اس کو ایک. ایسے سبز سانپ نے کاٹا بھی تھا جس کے سر پہ تاج تھا ۔ سوچا شاید عنبر کے بارے میں کوئی قیمتی راز ہاتھ آ جائے ۔ اور وہ پھر سے انسانی شکل میں واپس آ جائے ۔ اسے کیا پتہ تھا کہ یہ ایک چالاک مکار عورت ہے اور اسے بے ہوش کر کے عنبر کو اڑا لے جائے گی ۔ اب یہ سوچنے کا وقت نہیں تھا کہ وہ عورت عنبر کو کیوں اغوا کر کے لے گئی ہے ۔ اب تو اس بات کی ضرورت تھی کہ جتنی جلدی ہو سکے اس عورت کا تعاقب کر کے اس سے عنبر کو دوبارہ واپس حاصل کیا جائے ۔ ناگ نے ہوٹل کے مینجر کے ساتھ لاہور اور کراچی ایئرپورٹ پر ٹیلیفون کئے ۔ معلوم ہوا کہ اس نام کی عورت رات کے دو بجے کی فلائیٹ سے لندن روانہ ہو چکی ہے اور وہ اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتے ۔ کیونکہ ہوائی اڈوں والوں کا برٹش ہوائی کمپنی کے مسافروں پر کوئی اختیار نہیں تھا ۔ اور پھر ناگ نے تو کسی کو یہ بتایا ہی نہیں تھا کہ وہ عورت کیا چرا کر بھاگ گئی ہے ۔ ناگ پریشان ہو گیا ۔ اس نے منہ ہاتھ دھویا

اور اس افسوسناک حادثے کی خبر امجد کو بتانے اس کی کوٹھی کی جانب گارڈن ٹاؤن روانہ ہو گیا۔

○

مکار انگریز عورت عنبر کو لے کر کہاں گئی ؟
طلسماتی نیلی انگوٹھی نے کیا کام دکھایا ؟
کیا ناگ کو چوکور آنکھوں والی خلائی لڑکی مل سکی ؟
کیا عنبر انسانی شکل میں واپس آیا ؟
ماریا کہاں تھی ؟
یہ آپ اگلی قسط نمبر ۶۷ "عنبر اور ڈسکو مُردے"
میں پڑھیں گے ۔

○